

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

اور مت ملاؤ حق میں باطل اور مت چھپاؤ حق کو جس کی تم کو خبر

قائدِ عظیم، نظریہ پاکستان اور سِلّامی نظام

ابوالاعلیٰ مودودی کی نظر میں

پیش کردہ: مولانا محمد اشفاق احمد

مکتبہ مطلوب

۳۵، الباس مارکیٹ
بلاک ۴، نارتھ ناظم آباد راجی

قائدِ عظم، نظریہ پاکستان اور اسلامی نظام

ابوالاعلیٰ مودودی کی نظریں

پیش کردہ

مولینا محمد اشفاق احمد

ناشر: مکتبہ مطلوب، ۳۵، عباس مارکیٹ، بلاک اے، قائد ناظم آباد کراچی

طابع: عالمین پبلیکیشنز پریس، ۲۲/۱ ریڈیگن روڈ، جھویری پارک، لاہور

مقدمہ

۱۹۹۹ء میں ایک کتاب لکھی تھی۔ جس کا عنوان تھا "کدام عظم، نظریہ پاکستان اور اسلامی نظام مودودی کی

نظریہ" اس کتاب کے مقدمہ میں مرشدی و مولائی مولینا مطلوب الرحمن عثمانیؒ کے مودودی کے بارے میں کچھ اقوال نقل کئے گئے تھے جو انہوں نے ۱۹۴۸ء میں بیان فرمائے تھے میرے مرشد شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

کے بڑے بھائی تھے اور شیخ الہند مولانا محمد امجد (اسیراٹا) کے خلیفہ تھے۔ مفتی عظیم مولینا عزیز الرحمن عثمانیؒ نقشبندیؒ سے بھی آپ کو خلافت حاصل تھی۔ صاحبِ عرفان حضرات کی بصیرت بڑی گہری

ہوتی ہے اور یہ حضرات فتنوں کو عام لوگوں سے بہت پہلے بھانپ لیتے ہیں جس طرح ایک ماسٹر طبیب مرض کے ابتدائی مرحلہ میں ہی اس کو معلوم کر لیتا ہے کہ آئندہ چل کر یہ کتنا خطرناک ثابت ہوگا۔

قول نمبر ۱: مرشدی و مولائی نے فرمایا "ابوالاعلیٰ مودودی پہلا شخص ہے جس نے مغز اسلام پر ضرب لگائی ہے (یعنی امت میں پہلا شخص ہے جس نے طریق مشائخ پر ضرب لگائی ہے)۔

تشریح: جب آپ سے پوچھا گیا کہ اس کی تشریح کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ تمام آسمانی مذاہب کا مشترک مقصد تزکیہ ہے۔ تزکیہ مغز اسلام ہے۔ تزکیہ

مقاصدِ بہشت میں سے ہے۔ اس نے تزکیہ پر ضرب لگائی ہے۔ یاد رکھو جب کوئی شخص علی لائی میں گمراہ ہوتا ہے تو سب سے پہلے وہ اپنے زمانہ کے مشائخ اور علماء کی تنقید کرتا ہے۔ پھر نفس اور

چھوٹا ہے اور وہ علماء کے استادوں اور مرشدوں پر حملے کرتا ہے۔ شدہ شدہ وہ تابعین اور صحابہؓ تک پہنچتا ہے اور ان میں عیب جوئی کرتا ہے۔ مودودی ان تمام مراحل سے گزر چکا ہے۔

شاید ۱۹۴۸ء تک مودودی کی ایسی تحریر نظر سے نہ گزری ہوگی جس میں مودودی نے انبیاءؑ پر حملے کئے ہوں۔

قول نمبر ۲: "میں ابوالاعلیٰ مودودی کو فتنہ اعظم سمجھتا ہوں۔ دیکھو ریزیوں اور قادیانیوں کا فتنہ کھلا ہوا ہے اور مودودی کا فتنہ چھپا ہوا ہے۔"

قول نمبر ۱: ”مودودی کا یہ خیال غلط ہے کہ اس امت میں کوئی کامل پیدا نہیں ہوا۔“
 ”اس کے معنی یہ ہوئے کہ ختم نبوة کر کے نفوذ باللہ ہم پر ظلم کیا کہ پچھلی امتوں پر پے درپے انبیاء
 بھیجے اور اس امت کو ختم نبوة کر کے کامیوں سے بھی محروم کر دیا اور یہ امت گویا ہدایت سے محروم
 ہو گئی۔ ابراہامی مودودی کا یہ جملہ دراصل خفیت پر اعتراض ہے اور بارگاہِ احیاء میں گستانی
 ہے۔ پھر قادیانی کیا کہتے ہیں!“

قول نمبر ۲: ”اگر مودودی خدا نخواستہ حکومت میں آگئے تو موجودہ لوگوں سے بدتر ثابت
 ہوں گے۔“ یہ بات اسکندرمزدا کے دور میں فرمائی تھی۔

قول نمبر ۳: مودودی جماعتِ متکبرین کا ایک ٹولہ ہے۔

قول نمبر ۴: ایک دفعہ ایک حدیث سنائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میرے بعد ایسے لوگ
 پیدا ہوں گے جن کے کلام نیویں جیسے ہوں گے، دل بھیڑیوں جیسے اور افعالِ ذوقوں جیسے
قول نمبر ۵: ”ایک مرتبہ میرے پاس بھی آئے تھے مگر انداز بہت متکبرانہ تھا۔ جس شخص کے
 کمر کا یہ عالم ہو وہ اپنی جماعت کو کس گڑھے میں لے جائیگا۔“

قول نمبر ۶: ”یہ لوگ دائیاں رکھ کر وہ کام کریں گے جو بے دائمی والے نہ کریں گے۔“
قول نمبر ۷: ”مودودی نے حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مجدد الف ثانی کے تذکرے

میں تصوف یعنی طریقِ مشائخ (تذکیہ) کو چننا بیگم سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ اس
 طریقہ سے لوگوں کو ایسا بچانا چاہیے جس طرح ذیابلیس کے مریض کو ننگے سے پرہیز کرتے ہیں۔“
قول نمبر ۸: ایک مرتبہ اسماعیل احمد عیانی اور ظفر احمد انصاری کو خطاب کر کے فرمایا کہ

”مودودی سر سے پیر تک مجھمت شیطان ہے جو دین کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آگیا ہے۔“
 یہ ہیں ایک بہت بڑے بزرگ اور صاحبِ طریقت انسان کے اقوال جو عرصہ دراز پہلے اُن
 کی زبان مبارک سے نکلے تھے۔ پاکستان کے لوگوں نے دیکھ لیا کہ یہ عارفانہ فراست سے کسے ہوئے
 الفاظِ حرفِ بحر و صبح ثابت ہوئے اور جو کسرہ گئی تھی وہ اب پوری ہو گئی۔

اس کتاب میں سیاسی باب شروع میں دیا ہوا ہے تاکہ لوگ مودودی اور طفیل محمد کا
 سفید جھوٹ اچھی طرح معلوم کر لیں کہ آج جو وہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ہم نے پاکستان کی مخالفت نہیں
 کی تھی بلکہ پاکستان بنانے میں ہمارا بہت بڑا ہاتھ ہے کتنا بڑا دروغ اور کذب ہے۔ مودودی نے
 پاکستان کی اسی طرح مخالفت کی تھی جس طرح ہندو اور شیل نے کی تھی یا دوسرے کاحریم لوگوں نے

شکلاً ابوالکلام آزاد مولوی حفظ الرحمن سیولر دی وغیرہ۔ ہماری فوج کو ان کی مخالفانہ تحریروں کا شدید پتہ نہ ہو۔ ان کو بھی معلوم ہونا چاہیے کہ قائد اعظم کے بارے میں مودودی کے کیا خیالات تھے۔ اور اب منافقت میں جناح صاحب کے بارے میں اُن کی برسی کے دن کیا بیانات دیئے ہیں۔

مفتی محمود نے مودودی کا ساتھ دے کر بہت بڑی غلطی کی ہے اور اپنے قول کی خلاف ورزی کی ہے۔ مفتی محمود نے ہم سے کہا تھا کہ دو آدمی ایسے ہیں کہ ہم اُن سے سیاست میں تعاون نہیں کر سکتے؛ چونکہ ہم اُن کے ساتھ تعاون کر کے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ایک مودودی اور ایک فلاح صاحب۔ مگر انھوں نے اپنے قول کے خلاف مودودی سے تعاون کیا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا تھا کہ مصلحت مسئلہ کے تابع ہے اور مسئلہ مصلحت کے تابع نہیں۔ مفتی صاحب نے مسئلہ سے کنارہ کر کے مصلحت پرستی اختیار کی۔

حضرت مدنیؒ سے ہندوستان میں دہاں کی مودودی جماعت کے امیر نے کہا تھا کہ سیاست میں ہم سے تعاون کریں مگر حضرت مدنیؒ نے صاف انکار کر دیا تھا۔ حضرت مدنیؒ نے مشرکین سے تعاون کر لیا تھا۔ جنگ آزادی میں چونکہ دہاں دین اسلام کو خطرہ نہ تھا (تمہارا دین تمہارے ساتھ اور تمہارا دین ہمارے ساتھ) مگر مودودی جماعت کے ساتھ تعاون میں تلبیس کا اندیشہ تھا کہ حق اور باطل گٹھ مل رہا جاتا۔ اس لئے حضرت مدنیؒ نے مودودی جماعت (ہند) سے تعاون نہیں کیا۔

فتنہ کی تعریف

تمام کمالات کی جسٹ امانت ہے اور تمام خرابیوں کی جسٹ فتنہ ہے۔ امانت اصل میں مادۂ ایمان کا دوسرا نام ہے۔ امانت پر ہی ایمان اور ہدایت موقوف ہے۔ جس طرح ایمان اور تمام اعمال صالحہ امانت پر موقوف ہیں۔ اسی طرح گمراہی، کفر اور اعمال بدضد امانت یعنی فتنہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ جب باطن میں یہ کیفیت پیدا ہو جائے کہ حق باطل اور باطل حق معلوم ہونے لگے اور اچھا بُرا اور بُرا اچھا لگنے لگے تو اس کیفیت کو فتنہ کہتے ہیں۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ائمہ ہدایت کی خبر دی ہے۔ اسی طرح دجالون کذابون کی خبر بھی دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

آخر زمانہ میں بہت سے جوٹے و جال
نچلیں گے جو تم کو ایسی باتیں سنائیں گے
کہ نہ تم نے کبھی سنی ہوں گی نہ تمہارے
باپ دادا نے۔ ایسے لوگوں سے بچتے
رہنا کیس تم کو گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ
میں مبتلا نہ کر دیں۔

يَكُونُ فِي آخِرِ دَحَابِلٍ
كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُم مِّنَ
الْأَحَادِيثِ يَمَالِمُ تَسْعَوْنَ
أَنْتُمْ وَلَا آبَاءُكُمْ
وَأَيُّهُمْ لَا يَضِلُّوكُم
وَلَا يَفْتِنُوكُم۔

باطنی فتنہ سے بچنے کا واحد ذریعہ تزکیہ باطن ہے۔ بعض علماء کے مودودی کی
طرف جانے کی اصل وجہ تزکیہ سے دوری ہے۔ تزکیہ سے بعد قُربِ مودودیت کا لازمہ
ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ جو فتنہ و جال سے قریب تر ہے وہ شدید تر ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۖ وَسَلَامٌ
عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۖ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

احقر الانس محمد اشفاق احمد

مارچ ۷۹ء

خلیفہ ارشد

مولانا مطلوب الرحمن عثمانی

(قطب العالم و صاحب دوران)

نمبر	عنوان	نمبر	عنوان	نمبر	عنوان
۱۷	باب اول : نظریہ پاکستان اور قائد اعظم کی مخالفت	۱۷	مسلمان قوم اسلامی اور امت سے محروم ہو گئی ہے (مؤدودی)	۱۷	مسلمان قوم اسلامی اور امت سے محروم ہو گئی ہے (مؤدودی)
۱۸	قائد اعظم اور ان کے مقتدی اسلام سے جاہل ہیں (مؤدودی)	۱۸	مسلمانوں کی حالت کنوں کی حالت ہو گئی ہے (مؤدودی)	۱۸	مسلمانوں کی حالت کنوں کی حالت ہو گئی ہے (مؤدودی)
۱۹	قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے وگرنہ کسی کے نام قائد اعظم	۱۹	مسلمان قوم میں منافقین کی ایک بڑی جماعت شامل ہے (مؤدودی)	۱۹	مسلمان قوم میں منافقین کی ایک بڑی جماعت شامل ہے (مؤدودی)
۲۰	کا ایک خط	۲۰	مسلمانوں میں جن گروہوں میں تفریق گراہی (مؤدودی)	۲۰	مسلمانوں میں جن گروہوں میں تفریق گراہی (مؤدودی)
۲۱	مسلمان رہنماؤں کی تعریف (مؤدودی)	۲۱	مؤدودی صاحب کا نسب النبی شہید دارالاسلام تھا	۲۱	مؤدودی صاحب کا نسب النبی شہید دارالاسلام تھا
۲۲	پہلا پروگرام قرآن میں موجود ہے۔ (قائد اعظم)	۲۲	نظریہ پاکستان اسلامی انقلاب کے راستے میں بدترین گلاوت ہے	۲۲	نظریہ پاکستان اسلامی انقلاب کے راستے میں بدترین گلاوت ہے
۲۳	نظریہ پاکستان اشاعت اسلام میں رکاوٹ ہے (مؤدودی)	۲۳	مسلمانوں کی کارخانہ حکومت پاکستان، غیر مسلموں کی کارخانہ	۲۳	مسلمانوں کی کارخانہ حکومت پاکستان، غیر مسلموں کی کارخانہ
۲۴	پاکستان کا مطالبہ اسلامی نظام حیات قائم کرنے کے لیے کیا گیا تھا۔	۲۴	حکومت سے بھی نہ زیادہ قابل پشت ہوگی (مؤدودی)	۲۴	حکومت سے بھی نہ زیادہ قابل پشت ہوگی (مؤدودی)
۲۵	پاکستان کا مطالبہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا (قائد اعظم)	۲۵	پاکستان کا مطالبہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا (قائد اعظم)	۲۵	پاکستان کا مطالبہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا (قائد اعظم)
۲۶	پاکستان کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا حماقت ہے (مؤدودی)	۲۶	پاکستان کی تلاش حضور کے فریضے نہ بنا بلکہ حیات میں ٹھہرنا	۲۶	پاکستان کی تلاش حضور کے فریضے نہ بنا بلکہ حیات میں ٹھہرنا
۲۷	عظیم نشان شریعت ہماری رہنما ہے (قائد اعظم)	۲۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برسی قائد اعظم کی نظیریں	۲۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برسی قائد اعظم کی نظیریں
۲۸	۹۹۹ فی ہزار مسلمان حق اور باطل کی تیسری نشانی ہیں۔ ایک	۲۸	قرآن کریم مسلمانوں کا قانون حیات ہے (قائد اعظم)	۲۸	قرآن کریم مسلمانوں کا قانون حیات ہے (قائد اعظم)
۲۹	اجتماع سے اسلامی کام کی ترقی رکنا بنیادی غلطی ہے (مؤدودی)	۲۹	اقتدار اعلیٰ کا تصور اسلامی ریاست میں (قائد اعظم)	۲۹	اقتدار اعلیٰ کا تصور اسلامی ریاست میں (قائد اعظم)
۳۰	قرآن کریم وہ مشترک رشتہ ہے جس سے مسلمان جمیعاً مدد کی	۳۰	پاکستان کو دنیا کے سامنے ایک منفرد اسلامی معاشرتی نظام	۳۰	پاکستان کو دنیا کے سامنے ایک منفرد اسلامی معاشرتی نظام
۳۱	طرح ہیں (قائد اعظم)	۳۱	پیش کرتا ہے (قائد اعظم)	۳۱	پیش کرتا ہے (قائد اعظم)
۳۲	نظریہ پاکستان کا نتیجہ مسلمانوں کی کارخانہ حکومت بزرگ (مؤدودی)	۳۲	باب دوم - قرآن کریم	۳۲	باب دوم - قرآن کریم
۳۳	مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے تیرہ سو سال قبل قرآن کریم نے	۳۳	قرآن کے فضائل قرآن سے خالی ہیں (مؤدودی)	۳۳	قرآن کے فضائل قرآن سے خالی ہیں (مؤدودی)
۳۴	فیصل کر دیا تھا (قائد اعظم)	۳۴	عزیز اور وحیم کی مثال ایسی ہے جیسے حق دانا، مگر راجشاہ	۳۴	عزیز اور وحیم کی مثال ایسی ہے جیسے حق دانا، مگر راجشاہ
۳۵	جناب صاحب سے اختلاف کا رنگ (مؤدودی)	۳۵	توڑ ڈالو۔ انہم زمین کی کٹی کٹی کر کے لیے وحیم کا احاطہ کیا	۳۵	توڑ ڈالو۔ انہم زمین کی کٹی کٹی کر کے لیے وحیم کا احاطہ کیا
۳۶	مسلمانوں پر کفر اور قرآن غیثت کی لغت (مؤدودی)	۳۶	گیا ہے۔ (مؤدودی)	۳۶	گیا ہے۔ (مؤدودی)
۳۷	مسلمانوں کا سوا (قائد اعظم شہداء اسلام اور غیر اسلام سے ملایا ہے۔	۳۷	حروف مقدمات کوئی چہستان نہ تھے (مؤدودی)	۳۷	حروف مقدمات کوئی چہستان نہ تھے (مؤدودی)

نمبر	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
۳	صحابہ عاتکہ سے مراد تیز خانہ ہے (موردوی)	۲۳	۸	حضرت نوحؑ میں جاہلیت کا جذبہ (موردوی)
۵	بنی اسرائیل پر رافعہ درخص ایک کیفیت تھی حقیقت تھی (موردوی)	۲۴	۹	حضرت ابراہیمؑ سے شرک کا ارتکاب (موردوی)
۶	سامعون کا سجدہ اندرونی کیفیت تھی حقیقت تھی (موردوی)	۲۴	۱۰	بہشت سے پہلے علوم انبیاء آثار کائنات سے متعلق ہوتے ہیں۔ (موردوی)
۷	حضرت یحییٰ کا رافعہ الی اسناد قرآن کے ثابت نہیں ہو سکتی	۲۴	۱۱	رسول اللہؐ کی معرفت توحید میں یحییٰ آثار کائنات کی اس مشدیدی سے متعلق تھی۔ (موردوی)
۸	قرآن کے لیے تفسیر کی حاجت نہیں (موردوی)	۲۴	۱۲	مردہ انبیاء اور انبیاء کے علوم بہشت سے پہلے کبھی چاہتے۔ (موردوی)
۹	قرآن کی تعلیم تفسیر و حدیث کے پرانے ذیل و کتاب میں ہونی چاہیے۔ (موردوی)	۲۵	۱۳	ہوتے ہیں۔ (موردوی)
۱۰	شاہ عبدالقادر صاحب کا تیسرا قرآن (مطلعت)	۲۵	۱۴	بہا اوقات پیغمبروں تک کو نفس خریک رہنری کے قطرے پیش آئے ہیں (موردوی)
۱۱	اللہ کی صفات اور اسامی الہام و لفظ مرعشی و	۲۵	۱۵	حضرت موسیٰؑ سے ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا بہت سے پہلے جب راہ جاہلیت اُن پر کھلی نہ تھی۔ (موردوی)
۱۲	شہادہ مقطعات اسرار لدنی کے بحر نوح ہیں۔	۲۵	۱۶	حضرت موسیٰؑ ایک جلد باز فاتح (M ARIST VICTOR)
۱۳	تفسیر باقرائے حرام ہے۔ (الحدیث)	۲۶	۱۷	حضرت یونسؑ کی ادا تہی میں کوئی
	باب سوم — توحید و رسالت			
۱	حکومت کے بغیر عقائد لاطینی اور بیکار ہیں (موردوی)	۲۷	۱۸	ہو گئی تھی، ان کی قوم کا ظناں ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے تھا۔ (موردوی)
۲	مراتبہ انبیاء حکومت (اللہ کے قیام پر موقوف ہیں) نبوت کا منتظرانہ مقصود حکومت الہیہ کا قیام ہے (موردوی)	۲۸	۱۹	حضور دجال کے بارے میں شک میں مبتلا تھے تاریخ نے حضورؐ کا اندیشہ غلط ثابت کر دیا۔ (موردوی)
۳	محضت انبیاء دراصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمارے پرہیز سے فعلی کرائی ہے (موردوی)	۲۹	۲۰	انبیاء — لیدوں کی حیثیت میں۔ مسرور انبیاء لیدہ کی حیثیت میں۔ (موردوی)
۴	انبیاء کو سزا دی جاتی تھی۔ (موردوی)	۲۹	۲۱	رسول اللہؐ کے علاوہ کوئی انسان حیا حق میں ہے اس امت میں کوئی عہدہ کامل پیدا نہیں ہوا (موردوی)
۵	نبی کا علم بہت سے پہلے عام انسانوں کی طرح ہوتا ہے۔ (موردوی)	۲۹	۲۲	محضت انبیاء کی تشبیہ (رسول اللہؐ کا صاحب)
۶	حضرت آدمؑ کو نفس کے حوالے کر دیا گیا۔ (موردوی)	۳۰		
۷	حضرت آدمؑ کو موردوی صاحب نے مشن اور آثار حق کی طرح پیش کیا ہے۔	۳۰		

نمبر شمار	عنوان	نمبر شمار	نمبر شمار	عنوان	نمبر شمار
۲۲	عصمت اور حفاظت	۳۸	۱۲	صحابہ پر طعن دراصل رسول اللہ پر طعن ہے۔	
۲۳	انبیاء سے فراتر رسالت میں کوئی ایسا علم الہی کے خلاف ہے۔	۳۸	۳۵	(حضرت محمد اذنی ثانیؐ)	
۲۴	سامری کا پھڑا حق اور باطل کا مجموعہ تھا شاہ عبدالغفار رحمہ اللہ	۳۹	۱۳	میں نے صحابہ کی تعظیم نہ کی و حضور پر ایمان نہیں لایا۔	
۲۵	دین کے پیشواؤں پر طعن کرنا سامریہ طہارت اور وجہیت	۳۹	۳۵	(حضرت محمد اذنی ثانیؐ)	
	ہے۔		۱۵	صحابہ کرام سنناؤں کی مانند ہیں (حضرت محمد اذنی ثانیؐ)	
۲۶	تاریخ انبار حبیب کی تجدید سب سے کم سکتی (مولانا محمد عظیم)	۳۹	۱۶	حضرت وحشی طہارت میں قرآن سے کسی وجہ افضل ہے	
	<u>باب چہارم</u> — خلافت راشدہ اور صحابہ کرام		۳۸	(محمد اذنی ثانیؐ)	
۱	صحابہ کرام کے انفرادی افعال اور اعمال ہمارے لیے		۱۶	حضرت عثمان اور صحابہ کرام پر طعن کرنے والا	
	مرجع و مہر نہیں ہیں۔ (موردی)	۴۰	۴۸	تہذیب و تمدن ہے (محمد اذنی ثانیؐ)	
۲	صحابی کا قتل و قتل مرتد شرعی نہیں ہے (موردی)	۴۰	۱۸	صحابہ کرام کے معاملات میں گفتگو فضول ہے۔	
۳	عمومی صحابہ معیاری مسلمان بھی نہ تھے (موردی)	۴۰	۳۹	(محمد اذنی ثانیؐ)	
۴	امام ابن تیمیہ اور شاہ عبدالعزیز خلافت راشدہ کے		۱۹	علی کے ساتھ حق گویم کیا حد عمر علیؓ تھوے (الحديث)	
	باب میں ویس صفائی کی حیثیت دیکھتے ہیں (موردی)	۴۱	۲۰	دین کی اصل خلافت راشدہ ہے (شاہ ولی اللہ)	
۵	حضرت عثمان طہارت لانے کے ذمہ دار تھے (موردی)	۴۱	۲۱	حضرت عثمان کی شان میں گستاخی کرنے والا علوم قرآن	
۶	خلافت عثمان میں جاہلیت داخل ہو گئی تھی (موردی)	۴۱	۵۰	سے محروم ہے (مولانا محمد ناسم صاحب)	
۷	حضرت مولانا اثرین علی صاحب تھا نوئی نے حضور صلعم کو			<u>باب پنجم</u> — احادیث کے متعلق	
	کنیا جی اور ہندو دیوتاؤں کے رنگ میں پیش کیا (موردی)	۴۲	۱	احادیث سے علم ایتقین حاصل نہیں ہو سکتا (موردی)	
۸	ذیل حضرت علامہ رشید احمد عثمانی نے بھی حضور صلعم کو کنیا جی		۲	احادیث پر اور روایان احادیث پر کلی اعتماد نہیں	
	اور ہندو دیوتاؤں کے رنگ میں پیش کیا (نقوہ باشر)		۵۱	کیا جاسکتا۔ (موردی)	
	(موردی کے الزامات)	۴۳	۳	سنسکرت حدیث کی بحث پر لٹاری دلیل نہیں ہے۔	
۹	حضرت انسؓ کی ثقاہت پر جاہلانہ حملہ (موردی)	۴۳	۴	بخاری شریف پر حملہ (موردی)	
۱۰	صحابہ کرام پر چور و زور سے طعن (موردی)	۴۵	۵۲	سنہ صحیح تو عرب پر کھنے کا مہیا نہیں ہے (موردی)	
۱۱	اللہ کی اطاعت بغیر اطاعت رسولؐ کے نہیں ہے۔		۵۳	اسلام اور ایمان میں کوئی چیز جس میں فعلی کا انکشاف ہو نہ ہو	
۱۲	رسول اللہ کی اطاعت بغیر اطاعت صحابہ کرام سے نہیں ہے۔	۴۵	۵۴	اسناد اور اسناد اربعہ پر کلی اعتماد نہیں کیا جاسکتا (موردی)	
	حضرت محمد اذنی ثانیؐ	۴۵	۸	قادیانی وہ نبوی گروہ کے ایک ہی موردی صاحب کا عقیدہ	

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۶۵	۱۰ اول تیار نہ ہونے کا حذر لنگھا اور بے یمنی ہے (علامہ عثمانی)	۲	باب ششم - ایمان اور عمل	
۶۵	کنز العمال میں اور بیورو عالمگیری کے مابین تامل یا امتیاز ہے۔	۵۴	۱ جو نماز نہ پڑھے اور زکوٰۃ نہ دے وہ مسلمان نہیں (ممودودی)	
۶۶	۲ کمال آقا ترک کے لادینی قزاقوں کے خلاف ترکی میں اسلامی قانون پر علماء و مشائخ کا اصرار جماعت تھا (ممودودی)	۵۴	۲ حج نہ کرنے والے کو مسلمان سمجھنے والا قرآن سے جا ملے ہے۔ (ممودودی)	
۶۶	۳ دنیا کو ایک نئے اسلام کی ضرورت ہے۔ چرچا ناٹھا غلطیہ	۵۴	۳ جو نماز اور زکوٰۃ کا پابند نہ ہو کلمہ طیبہ کا اقرار اس کے لیے بے معنی ہے۔ (ممودودی)	
۶۶	۴ جو سیدہ ہو چکا ہے۔ (ممودودی)	۵۴	۴ اعمال میں کوتاہی سے ایمان اور اسلام زائل نہیں ہوتا ایمان کی کوتاہی سے فسق آتا ہے کفر نہیں آتا شیخ الاسلام مدنی	
۶۶	۵ کار آمد نہیں ہیں (ممودودی)	۵۴	۵ اعمال کو جزو ایمان قرار دینا۔	
۶۶	۶ علماء کے اجتہادات اس زمانہ میں نااطاب اخلاق ہیں (ممودودی)		باب ہفتم - علماء اور مشائخ	
۶۶	۷ جدید مسائل حل کرنے کے لیے نئی قوت اجتہاد کی ضرورت نہ تھی	۵۸	۱ علماء اور مشائخ سب گمراہ ہیں (ممودودی)	
۶۶	۸ حکمت اور اجتہاد کی حقیقت (مولانا محمد قاسم)	۵۸	۲ تصوف چٹا بیگم ہے۔ (ممودودی)	
	باب نہم - تقلید کے متعلق		۳ نیا احمد شیعہ اور اسماعیلی شیعہ کی تحریک جہاد میں مصروفیت کے جو اثر تھے۔ (ممودودی)	
۶۶	۱ تقلید کے بارے میں (ممودودی)	۵۹	۴ اب تجزیہ ایمان سے دین کے لیے مسلمانوں کو بندگان کے مسائل اور ان کے طریقوں سے اس طرح پرہیز کرنا ہیں	
۶۶	۲ اپنے بارے میں (ممودودی)		۵ طرح ذرا بیاض کے مابین کو شکر سے پرہیز کرنا ہے (ممودودی)	
۶۶	۳ تقلید یا مورسین اشد ہے (حضرت مولانا رشید احمد گلگنجی)		۵۹	
	باب دہم - اسلام شریعت میں قطع پرید		۵	
۶۶	۱ متذکرہ حرمت قرآن سے ثابت نہیں (ممودودی)	۵۹	۱ مشائخ کے معتقدین کا گروہ جاہلیت اور شرک میں گرفتار ہے۔ (ممودودی)	
۶۶	۲ متذکرہ حرمت کا قرآن سے ثبوت (حضرت شیخ الحداد)	۶۰	۲ صوفیاء و حضرات جاہلیت یا باطنیہ پیچھا تے رہے (ممودودی)	
۶۶	۳ غلط فہمی کے لیے شریعت میں کوئی نقص نہیں (ممودودی)	۶۱	۳ مشائخ عظام کا مقام بہت عالی ہے (حضرت اسماعیل شیعہ)	
۶۶	۴ قرأت خلف الامام میں مودودی مسلک		۸	
۶۶	۵ اسوۃ اور بدعت کا تعلق مودودی کی نظر میں	۶۳	۸ اکابرین کے مانند سے شاگردا ور کیا چاہے۔ اس کی وجہ زہر قاتل ہے۔ (حضرت مجدد الف ثانی)	
۶۶	۶ حقوق ازواج میں (ممودودی)	۶۳	۹ صلحا و عوام کی تیسر کریمہ الاکرام ہے اور قرآن و سنت کے علم پر	
۶۶	۷ حلت اور حرمت میں مودودی کا اجتہاد (ممودودی)	۶۳	۱۰ فلاح تین چیزوں پر موقوف ہے۔ (حضرت مجدد الف ثانی)	
۶۵	۸ سینائی نظم جائز ہے (ممودودی)		باب ہشتم - اسلامی نظام کی حقیقت	
۶۶	۹ حکام مستور کا خلاف نہیں موجب فسق ہے۔ (مولانا محمد قاسم)	۶۳	۱ موجودہ معاشرہ میں حدود کا نظام نظر سے (ممودودی)	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
	باب یازدہم - متفرقات	۱۸		
۱	امت مسلمہ کی افضلیت لکھی (تفسیر عثمانی)	۷۷		
۲	نکاح کے چار شرائط اور دستہ کی حرمت (تفسیر عثمانی)	۷۷		
۳	مشائخ کی بیعت کا قرآن سے ثبوت	۷۷		
۴	قرآن کی تفسیر وہی صحیح ہے جو عام عربیہ بولی کے مطابق ہو	۷۸		
۵	تعلیم یا امور دین اللہ ہے (تفسیر عثمانی)	۷۹		
۶	بارقہ کا خیال بھی پیدا ہوتا ہے جب ادب آتا ہوتا ہے	۷۹		
۷	حقیقت روح (تفسیر عثمانی)	۷۹		
۸	غزائے مقدسہ و عظیم اللہ کی یاد ہے (تفسیر عثمانی)	۸۰		
۹	جنت میں مراتب و تدریج پر موقوف ہیں (تفسیر عثمانی)	۸۰		
۱۰	سامریہ حق اور باطل کا مترادف ہے (تفسیر عثمانی)	۸۰		
۱۱	جو زمین کے پیشواؤں پر طعن کرے وہ سامری اور غار جی ہے	۸۱		
۱۲	صحابہ کرام کی اہمیت مخصوص ہے (تفسیر عثمانی)	۸۱		
۱۳	اقوام ماہرین صحابہ کا ایسا ماورقانی ہے مثال ہے (تفسیر عثمانی)	۸۲		
۱۴	خلفائے راشدین کی تعریف (تفسیر عثمانی)	۸۲		
۱۵	صحابہ کرام کا ایمان معیار ایمان اور ہدایت ہے (تفسیر عثمانی)	۸۲		
۱۶	جو لوگ ذکر اللہ سے غافل ہیں ان کا شمار			
	عقل والوں میں نہیں (تفسیر عثمانی)	۸۳		
۱۷	حضرت عائشہ صدیقہ اہل بیت پر قرآن کی گواہی (تفسیر عثمانی)	۸۳		
	جو شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اذواج مطہرات میں سے کسی کو			
	منہم کرے وہ کافر و کذب کران اور دائرہ اسلام سے			
۸۳	خارج ہے (تفسیر عثمانی)			
۸۴	اجماع امت کا خلاف جہنمی ہے (تفسیر عثمانی)			
۸۵	پر عیدہ اور گنگار کا فرق (تفسیر عثمانی)			
۸۶	ذکر اللہ کی افضلیت ذکر سے بڑی چیز ہے (تفسیر عثمانی)			
۸۷	کلمہ کے لئے جو عہد حضرت ابراہیم نے کیا تھی			
۸۸	اس کا اثر آج تک مشہور ہے			
۸۹	ابراہیم موسیٰ و نوح کے امام اور اپنی ذات میں ایک			
۹۰	عظیم امت تھے (تفسیر عثمانی)			
۹۱	شہادت اور قربیت میں فرق (تفسیر عثمانی)			
۹۲	اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کے ہاتھ میں			
۹۳	لوہائزیم کر دیا تھا (تفسیر عثمانی)			
۹۴	تخت سلیمان کو زمین سے عاصفہ اٹھائی تھی			
۹۵	اور فضا میں رہتا رہتا جاتی تھی			
۹۶	تخت سلیمان میں سے شام اور شام سے میں ایک ماہ کی			
۹۷	راہ چند گھنٹوں میں فضا میں طے کرتا تھا			
۹۸	سلیمان کے لئے جو اور رحمتوں کو سمجھ کر دیا تھا			
۹۹	حضرت یونس علیہ السلام سے اجتہاد فی عملی ہوتی تھی			

نمبر	عنوان	نمبر	عنوان	نمبر
۹۳	درسہ اور غنائہ	۸۸	۴۳	فرض رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی منکفی
۹۴	پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم حکومت مل جائے	۸۹	۴۴	صحابہ رضی اللہ عنہم کی اور خطبے راشدین کی حدیث متقبذیت اور
۹۵	تو عزالی و لاکھ میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں	۹۰	۸۸	منقبت یا شہادت کی کج کجائیں میں بلکہ قرآن میں ہے
۹۶	قرآن کا اصل کا نام مودودی کے نزدیک	۹۱	۸۹	انبیاء علیہم السلام کے دشمنوں میں سے جوئے ہیں
۹۷	مودودی کے کارکنوں پر آیتوں اور مودودی کا تصور	۹۲	۹۰	قصہ سرور، گناہ بھنا اور مسلمانوں کی شرافت میں دہل نہیں ہیں
۹۸	جو شخص صحابہ کی جگہ کی کہے اس کے لئے، انہی میں کچھ حصہ	۹۳	۹۰	اپنی جان بچنے لگی میں ان دنوں اگر نبی مکرمؐ کو فرض ہو جائے
۹۹	مقاصد بشت چار ہیں (۱) تلاوت (۲) تزکیہ	۹۴	۹۱	جو طریقہ نظر ہے بجاوت کہہ ظاہر میں ہلاک ہو گا اور جلیب
۱۰۰	(۳) تعلیم کتاب (۴) تعلیم محنت	۹۵	۹۰	بہن سے بغاوت کہے وہ بہن میں ہلاک ہو گا۔
۱۰۱	یہودی علماء تزکیہ سے دوسری کی وجہ سے گم ہو گئے تھے	۹۶	۹۱	تمام انبیاء علیہم السلام پر اللہ کے طرف سے سلام آئے جو ان کی عظمت
۱۰۲	جس پر کتابیں لکھی ہیں	۹۷	۹۰	عصمت مسلم اور قصور ہونے کی دلیل ہے۔ (تفسیر عثمانی)
۱۰۳	جسٹس کیس میں مودودی اور مودودیوں کا معاذار موقوف	۹۸	۹۱	بیلان کے تحت پر جسد یعنی دھڑا ڈالنے کے معنی
۱۰۴	مودودی کی عقل کو ہر دور اور ہر نسل کے لئے تفسیر دی ہے	۹۹	۹۱	حضرت سلیمان کی دعا اور لکھ کر وہ بادشاہی کو مناسب
۱۰۵	ہر انسان درجہ دونوں مالک کے بیٹے ہیں یہ عقل میں آج سے لیا	۱۰۰	۹۱	نہ ہو کسی کیسے بعد
۱۰۶	مہربانی سے جو میں ان سب باتوں کا لحاظ ہے شروع اللہ کے نام	۱۰۱	۹۱	بہل بہت چاہتے ہیں کہ انہی سے اوپر ہو کر رہیں گے لیکن نہیں
۱۰۷	سے جو ہے ممکن نہایت و ہم دالا ہے (تفسیر عثمانی)	۱۰۲	۹۱	جو لوگ قرآن کی آیات میں الحاکم کہتے ہیں ان کو
۱۰۸	حدیث تفسیر کے جن میں تک اذکار کی رسائی نہیں ہو	۱۰۳	۹۲	طبیعی دی جاتی ہے کہ گمراہی آگ ہے
۱۰۹	جس اللہ اور اس کے رسولؐ کی جگہ پر جو بکثرت مصلحت میں نہیں ملایا	۱۰۴	۹۲	انبیاء علیہم السلام انہی ایمان کے ساتھ ہمیشہ مصدق ہوتے ہیں
۱۱۰	وَلَقَدْ سَلَّمْنَاكَ عَنِ السَّوْجِ اِنْ	۱۱۱	۹۲	قرآن کا موضوع توحید و رسالت ہے
۱۱۱	رَبِّ اَفْخَلِي اِنْ مِّنْ سُلْطٰنٍ فَهَيْرُ	۱۱۲	۹۳	کیا افتخار اور تکبریں اصطلاح کفر سے ناواقف تھے؟

باب

نظریہ پاکستان اور قائد اعظم کی مخالفت

(۱) قائد اعظم اور اُن کے مقتدی اسلام سے جاہل ہیں (مودودی)

”مگر افسوس کہ ایک کے قائد اعظم سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرز فکر رکھتا ہو، اور معاملات کو اسلامی نقطہ نظر سے دیکھتا ہو، یہ لوگ مسلمان کے معنی و مفہوم اور اس کی مخصوص حیثیت کو بالکل نہیں جانتے ان کی نگاہ میں مسلمان بھی ویسی ہی ایک قوم ہے جیسی دُنیا میں دوسری اور قومیں ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہر ممکن سیاسی چال اور ہر مفید مطلب سیاسی تدبیر سے اس قوم کے مفاد کی حفاظت کر دینا ہی بس اسلامی سیاست ہے۔ حالانکہ ایسی ادنیٰ درجہ کی سیاست کو اسلامی کہنا اسلام کے لیے ازالہ حیثیت عربی سے کم نہیں“

(سیاسی کشمکش (۲) ص ۴۳۵)

۲ : قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے۔ (گاندھی کے نام قائد اعظم کا ایک خط)

(قائد اعظم بنام گاندھی جی۔ اگست ۱۹۴۳ء)

”قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اور عیسوی، دیوانی اور فوجداری، عسکری اور تعزیری، معاشی اور معاشرتی، عمرانیہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ امور و حیات تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت کے حقوق سے لے کر فرد کے حقوق و فرائض تک، اخلاق سے لے کر اسناد و جرم تک زندگی میں جزا و سزا سے لے کر عقوبت کی جزا و سزا تک ہر ایک فعل، قول اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔ لہذا سبب میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم ہے تو حیات و مابعد حیات کے ہر معیار اور ہر مقدار کے مطابق کہتا ہوں“

۳ : مسلمان رہنماؤں کی تعریف (مودودی)

”جو لوگ مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے اُٹھے ہیں ان کی زندگی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی ادنیٰ جھلک تک نظر نہیں آتی۔ کیسے مکمل فرہنگیت ہے۔ کیسے نہرو اور گاندھی کا اتباع ہے۔ کیسے جتوں اور بھاموں میں سیاہ دل اور گندے اخلاق لیے ہوئے ہیں۔ زبان سے وعظ اور عمل میں بدکاریاں، ظاہر میں خدمت دین اور باطن میں خیانتیں، خدایاں اور اعراض نفسانی کی بندگیاں۔“

(مسلمانوں کی سیاسی کشمکش، جلد اول ص ۲۵۳)

۴ : ہمارا پروگرام قرآن پاک میں موجود ہے (قائد اعظم)

(نومبر ۱۹۳۹ء، عید الفطر، ممبئی)

مسلمانو! ہمارا پروگرام قرآن پاک میں موجود ہے۔ ہم مسلمانوں کو لازم ہے کہ قرآن پاک کو خود سے پڑھیں اور قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ مسلمانوں کے سامنے کوئی دوسرا پروگرام پیش نہیں کر سکتی۔“

۵ : نظریہ پاکستان اشاعت اسلام میں رکاوٹ ہے۔ (مودودی)

”پاکستانی خیال کے لوگ“ کے ہیڈنگ کے تحت لکھتے ہیں :

”اس طرح انہوں نے نہ صرف اپنے آپ کو اسلام کی دعوت کے قابل نہیں دکھا ہے بلکہ اسلام کی اشاعت کے راستے میں اتنی بڑی رکاوٹ پیدا کر دی ہے کہ اگر دوسرے مسلمان بھی یہ کام کرنا چاہیں تو غیر مسلموں کے دلوں کو اسلام کے لیے مقفل پائیں گے۔“

(سیاسی کشمکش (۳) صفحہ ۱۲۸)

۶ : پاکستان کا مطالبہ اسلامی نظام حیات قائم کرنے کے لیے کیا گیا تھا۔ (قائد اعظم)

”ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا میٹھا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا۔ بلکہ ہم ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔“ (خطاب اسلامیہ کالج پشاور۔ ۱۳ جنوری ۱۹۴۸ء)

۷ : پاکستان کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا حماقت ہے۔ (مودودی)

”اس سے زیادہ خوفناک حقیقت یہ ہے کہ نام کے مسلمان ہونے کی وجہ سے یہ لوگ کفار کی بہ نسبت بہت زیادہ

جسارت اور بے باکی کے ساتھ ایسی سرکوشش کو کیلیں گے اور ان کے نام اُن کے ظلم کی پردہ پوشی کے لیے کافی ہونگے۔ جب صورت معاملہ یہ ہے تو کیا وہ شخص نادان نہیں ہے جو اسلامی انقلاب کا نصب العین سامنے رکھ کر ایسی جمہوری حکومت کے قیام کی کوشش کرے جو ہر کافرانہ حکومت سے بڑھ چڑھ کر اُس کے مقصد کی راہ میں مائل ہوگی۔“

(سیاسی کشمکش (۲) صفحہ ۱۳۲)

۸ : عظیم الشان شریعت ہماری راہنما ہے۔ (قائد اعظم)

(قائد اعظم کی ملی گزاد میں تقریر ۱۹۴۲ء)

”راہنمائی کے لیے ہمارے پاس اسلام کی عظیم الشان شریعت موجود ہے۔ درخشاں کارنامے، تاریخی کامیابیاں اور روایتیں موجود ہیں۔ اسلام ہر شخص سے اُمید رکھتا ہے کہ وہ اپنا فرض بجالائے۔“

۹ : ۹۹۹ فی ہزار مسلمان حق اور باطل کی تمیز سے نا آشنا ہیں ان کے اجتماع سے اسلامی کام کی توقع رکھنا بنیادی غلطی ہے۔ (مژدوی)

”ایک قوم کے تمام افراد کو محض اس وجہ سے کہ وہ مسلمان ہیں حقیقی معنی میں مسلمان فرض کر لینا اور یہ اُمید رکھنا کہ ان کے اجتماع سے جو کام بھی ہوگا اسلامی اصول ہی پر ہوگا پہلی اور بنیادی غلطی ہے۔ یہ انہو عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اُس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق و باطل کی تمیز سے آشنا ہیں، نہ ان کا اخلاق نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آ رہا ہے، اس لیے یہ مسلمان ہیں نہ انہوں نے حق کو حق جان کر اسے قبول کیا ہے نہ باطل کو باطل جان کر اسے ترک کیا ہے، ان کی کثرتِ رائے کے ہاتھ میں باگیں دے کر اگر کوئی شخص یہ اُمید رکھتا ہے کہ گاڑی اسلام کے راستے پر چلے گی تو اس کی خوش فہمی قابلِ داد ہے۔“

(سیاسی کشمکش ۲ صفحہ ۱۳۱)

۱۰ : قرآن کریم وہ مشترک رشتہ ہے جس سے مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں۔ (قائد اعظم)

”وہ کون سا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں؟ وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی کثرت کی عمارت استوار ہے؟ وہ کون سا لنگر ہے جس سے امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر مذاکی کتاب قرآن کریم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا،

ایک رسول، ایک کتاب، ایک امت۔“ (خطاب اجلاس مسلم لیگ کراچی ۱۹۴۲ء)

۱۱: نظریہ پاکستان کا نتیجہ مسلمانوں کی کامن رائے حکومت ہوگا۔ (مودودی)

”س کے بعد اس طبقہ کا جائزہ لیجے جس سے یہ بزم خود اسلامی نصب العین تک پہنچنے کی اُمید رکھتے ہیں۔ ان کی تجویز یہ ہے کہ پہلے اُسی جہودی دستور کے مطابق جو انگریزی حکومت یہاں نافذ کرنا چاہتی ہے۔ مسلم اکثریت کے صوبوں میں مسلمانوں کی اپنی حکومت ہو جائے۔ پھر کوشش کی جائے گی کہ یہ قومی حکومت اسلامی نظام حکومت میں تبدیل ہو جائے۔ لیکن یہ ویسی ہی فطی ہے جیسی آزادی ہند، کو مقدم رکھنے والے حضرات کر رہے ہیں۔ ان کی تجویز پر مجھے جو اعتراضات ہیں بعینہ وہی اعتراضات ان کی تجویز پر بھی ہیں۔ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں میں حاکمیت جہودی اصول پر خود مختار حکومت کا قیام آخر کار حاکمیت رب العالمین کے قیام میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ جیسی مسلم اکثریت اس مجوزہ پاکستان میں ہے ویسی ہی بلکہ عددی حیثیت سے بہت زیادہ زبردست اکثریت افغانستان، ایران، عراق، ترکی اور مصر میں موجود ہے اور وہاں اس کو وہ ”پاکستان“ حاصل ہے جس کا یہاں مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ پھر کیا وہاں مسلمانوں کی خود مختار حکومت کسی درجہ میں بھی حکومت الہیہ کے قیام میں مددگار ہے یا ہوتی نظر آتی ہے۔ پس جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر مسلمان اکثریت کے علاقے ہندو اکثریت کے تسلط سے آزاد ہو جائیں اور یہاں جہودی نظام قائم ہو جائے، تو اس طرح حکومت الہیہ قائم ہو جائے گی ان کا گمان بالکل غلط ہے، دراصل اس کے نتیجہ میں جو کچھ حاصل ہوگا وہ صرف مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہوگی۔ اس کا نام حکومت الہیہ رکھنا اس کا نام کو ذلیل کرنا ہے۔“

(دینی شعش ۷۷ صفحہ ۱۲، ۱۳، ۱۴)

۱۲: مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے تیرہ سو سال قبل قرآن حکیم نے فیصل کر دیا تھا۔ (قائد اعظم)

”مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرز حکومت کیا ہوگا؟ پاکستان کا طرز حکومت یقین کرنے والا میں کون؟ یہ کام پاکستان کے رہنے والوں کا ہے، اور میرے خیال میں مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے تیرہ سو سال قبل قرآن حکیم نے فیصل کر دیا تھا۔“

(قائد اعظم کی صدارتی تقریر۔ جانور بموقع آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن ۱۹۴۳ء)

۱۳: جناح صاحب سے اختلاف کا رنگ۔ (مودودی)

”ظاہر ہے کہ کوئی غیر مسلم مشر جناح کے ۱۲ یا ۲۴ نکات پر ایمان تو نہیں لاسکتا۔ نہ مسلم لیگ یا مجلس اعمار

یا جمیعت العلماء کے ریزیشنوں میں کوئی ایسی چیز ہے جس پر کوئی ایمان لائے۔ ایمان اگر
(سیاسی کشمکش جلد ۲، صفحہ ۱۴۷)

۱۴ : مسلمانوں پر کُونُوا قِدَّةَ خَاسِیْن — کی لعنت — (مودودی)

”مسلمانوں میں سے جو لوگ اس انقلاب کے دامن سے وابستہ ہیں اُن کی زندگیاں ہمارے سامنے ہیں۔ ان کی صورتیں، اُن کے لباس، اُن کی بات چیت، اُن کی چال و حال، اُن کے آداب و اطوار، ان کے خیالات سب کچھ ہمارے سامنے اس مسلمان کا نمونہ پیش کر رہے ہیں جو اس آنے والے انقلاب میں پیدا ہوگا۔ ہم ابھی سے دیکھ رہے ہیں کہ مشرود کے بجائے شریعت اور رسوم کے بجائے شریعتیاں ہمارے ہاں پیدا ہونے لگی ہیں گویا رنگ کی جگہ بابتہ جوڑ کر نئے کیا جانے لگا ہے۔ ہیٹ کی جگہ گاندھی کیپ لے رہی ہے اور بعض علماء دین فوجی ٹیٹو پہنے کر تشبہ ترویج خارج ہلے کُونُوا قِدَّةَ خَاسِیْن (دھواؤ ذلیل بندہ) کی لعنت جو ان پُرست سال پہلے نازل ہوئی تھی اب ایک دوسری شکل اختیار کر رہی ہے“
(سیاسی کشمکش جلد ۱، صفحہ ۳۲۸، ۳۲۹)

۱۵ : مسلمانوں کا سوادِ اعظم، شعور اسلام اور غیر اسلام سے عاری ہے۔ (مودودی)

”مسلمانوں کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ ان کا سوادِ اعظم اپنی قومی تہذیب اور اس کی اقتیازی خصوصیات سے ناواقف ہے حتیٰ کہ ان میں ان حدود کا شعور تک باقی نہیں رہا ہے جو اسلام کو غیر اسلام سے تمیز کرتی ہیں“
(سیاسی کشمکش جلد ۱، صفحہ ۳۲۸)

۱۶ : مسلمان قوم اخلاقی اوصاف سے محروم ہو گئی ہے۔ (مودودی)

”مگر وہ اخلاقی اوصاف باقی نہیں جن کی بدولت یہ قومی مفاد کی حفاظت کے لیے اجتماعی کوشش کر سکیں۔ ان میں اتنی تمیز نہیں کہ صحیح راہ کا انتخاب کر سکیں، ان میں اطاعت کا مادہ نہیں کہ کسی کو راہنما تسلیم کرنے کے بعد اس کی بات کو مانیں اور اس کی ہدایت پر چلیں، ان میں اتنا ایثار نہیں کہ کسی بڑے مقصد کے لیے اپنے ذاتی مفاد اپنی ذاتی رائے، اپنی آسائش، اپنے مال اور اپنی جان کی قربانی کسی حد تک بھی گوارا کر سکیں“
(سیاسی کشمکش جلد ۱، صفحہ ۳۲۸)

۱۷ : مسلمانوں کی حالت کتوں کی طرح ہو گئی ہے۔ (مودودی)

”ان کا حال یہ ہو گیا ہے کہ جہاں کسی نے روٹی کے ٹکڑے اور نام نمود کے چند کھلونے پھینکے، یہ

کتوں کی طرح ان کی طرف پکے ہیں، اور ان کے معاونوں میں اپنے دین و ایمان، اپنے ضمیر، اپنی غیرت و شرافت اپنی قوم و ملت کے خلاف کوئی خدمت بجالانے میں ان کو پاک نہیں ہوتا۔ (سیاسی کشمکش جلد ۱ صفحہ ۳۴۳)

۱۸ : مسلمان قوم میں منافقین کی ایک بڑی جماعت شامل ہے۔ (مودودی)

”ہماری قوم میں منافقین کی ایک بڑی جماعت شامل ہے اور اس کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ بجز ان اشخاص تعلیم یافتہ، صاحب قلم، صاحب زبان، صاحب مال و زر، صاحب اثر اشخاص ایسے ہیں جو دل سے اسلام اور اس کی تعلیمات پر یقین نہیں رکھتے، مگر نفاق اور قطعی بے ایمانی کی راہ سے مسلمانوں کی جماعت میں شریک ہیں۔ یہ اسلام سے عقیدہ اور عملاً چل چکے ہیں۔“ (سیاسی کشمکش جلد ۱، صفحہ ۳۴۳)

۱۹ : مسلمانوں میں تین گروہ ہیں اور تینوں گمراہ ہیں۔ (مودودی)

”مسلمانوں میں زیادہ تر تین گروہ پائے جاتے ہیں۔ ایک گروہ آزادی وطن کے لیے بے چین ہے اور لاکھوں کی طرف کھینچ رہا ہے یا کھینچ گیا ہے۔ دوسرا گروہ اپنی قومی تہذیب اور اپنے قومی حقوق کی حفاظت کے لیے انگریزوں کی گود میں جانا چاہتا ہے اور آئندہ انقلاب کے خطرات سے بچنے کی یہی صورت مناسب سمجھتا ہے کہ سرکار برطانیہ کا معاون بن کر آزادی کی تحریک کو روکے۔ تیسرا گروہ عالم حیرت میں کھڑا ہے اور خاموشی کے ساتھ واقعات کی رفتار کو دیکھ رہا ہے۔“ (سیاسی کشمکش جلد ۱ صفحہ ۳۵۰)

۲۰ : مودودی صاحب کا نصب العین شبہ دار الاسلام تھا۔ مودودی

”منزل مقصود کا انتہائی مقام یعنی ہندوستان کو کلیشہ دار الاسلام بنانا تو اتنا بلند مقام ہے کہ آجکل کا کم تہمت مسلمان اس کا قصد کرنے کی جرأت اپنے اندر نہیں پاتا۔ خیر جانے دیجئے اس کو۔ اس سے فرو تر درجے میں جس مقصد کے لیے ہم کوڑنا چاہیے وہ کم سے کم یہ ہے کہ ہندوستان نہ تو بیرونی کفار کے تسلط میں رہے اور نہ اندرونی کفار کے کامل تسلط میں چلا جائے بلکہ آزاد ہو کر شبہ دار الاسلام بن جائے۔ ہم جس چیز کو شبہ دار الاسلام سمجھتے ہیں اور جو چیز درحقیقت اس نام سے موسوم ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان کی حکومت میں ہم محض ہندو ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے حصہ دار ہوں۔“

۲۱ : نظریہ پاکستان اسلامی انقلاب کے راستہ میں بدترین رکاوٹ ہے۔ (مذوقہ)

”اس سے زیادہ خردناک حقیقت یہ ہے کہ نام کے مسلمان ہونے کی وجہ سے یہ لوگ کفار کی بہ نسبت بہت زیادہ جسارت اور بے باکی کے ساتھ ایسی ہر کوشش کو کیل دیں گے اور ان کے نام اُن کے ظلم کی پردہ پوشی کے لیے کافی ہونگے جب صورت معاملہ یہ ہے تو کیا وہ شخص نادان نہیں ہے جو اسلامی انقلاب کا نصب العین سامنے رکھ کر ایسی جمہوری حکومت کے قیام کی کوشش کرے جو ہر کافرانہ حکومت سے بڑھ چڑھ کر اس کے مقصد کی راہ میں عامل ہوگی۔“

(سیاسی کشمکش (۲) صفحہ ۱۳۲)

۲۲ : مسلمانوں کی کافرانہ حکومت پاکستان (غیر مسلموں کی کافرانہ حکومت سے بھی زیادہ قابل لعنت ہوگی!)

(مودودی)

”اس موقع پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ مسلم لیگ کے ریزولیشن اور لیگ کے ذمہ داریوں میں سے کسی کی تقریر میں یہ بات واضح نہیں کی گئی کہ ان کا آخری مطمح نظر پاکستان میں اسلامی نظام حکومت قائم کرنا ہے۔ پبلک اس کے ان کی طرف سے بصاحت اور بھکار جس چیز کا اظہار کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے پیش نظر ایک ایسی جمہوری حکومت ہے جس میں دوسری غیر مسلم قومیں بھی حصہ دار ہوں مگر اکثریت کے حق کی بنا پر مسلمانوں کا حصہ غالب ہو بالفاظ دیگر ان کو مطمئن کرنے کے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ ہندو اکثریت کے تسلط سے وہ صوبے آزاد ہو جائیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ باقی رہا نظام حکومت تو وہ پاکستان میں ویسا ہی ہوگا جیسا ہندوستان میں ہوگا۔ ان کے نصب العین پر جب یہ اعتراض کیا گیا کہ مسلمانوں کی کافرانہ حکومت اسلامی نقطہ نظر سے غیر مسلموں کی کافرانہ حکومت —

کے مقابلہ میں کچھ قابل ترجیح نہیں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قابل لعنت ہے تو ذمہ داریوں میں سے تو کسی نے اس کا جواب نہیں دیا؛ البتہ جو لوگ پاکستانی حلقوں کی صفِ آخر میں شامل تھے وہ اور جن کی کوئی ذمہ دارانہ حیثیت نہیں ہے انہوں نے کتنا شروع کیا کہ مسلم اکثریت کو جب خود اختیاری حاصل ہو جائے گی تب ہم نظام حکومت بدلنے کی کوشش کریں گے۔“

(سیاسی کشمکش، صفحہ ۱۳۰، ۱۳۱)

۲۳ : پاکستان کا مطالبہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا۔ (قائد اعظم)

”آپ نے غور فرمایا کہ پاکستان کے مطالبے کا جذبہ محرکہ کیا تھا؟ مسلمانوں کے لیے ایک مبداء کا نہ مملکت کی وجہ جواز کیا تھی؟ تقسیم ہند کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے نہ انگریزوں کی چال یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا۔“ (خطاب مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ - ۸ مارچ ۱۹۴۴ء)

۲۴ : پاکستان کی فلاح حضورؐ کے دیئے ہوئے ضابطہ حیات میں مضمر ہے۔ (قائد اعظم)

”میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اس سنہری اصولوں والے ضابطہ حیات پر عمل کرنا ہے جو ہمارے عظیم واضح قانون پیغمبر اسلامؐ نے ہمارے لیے قائم کر رکھا ہے۔ ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اور نصورات پر رکھنی چاہئیں۔ اسلام کا سبق یہ ہے مملکت کے امور و مسائل کے بارے میں فیصلے باہمی بحث و تمیز اور مشوروں سے کیا کرو۔“ (دَامَنْهُمْ شَأْنُ دِی بَلِیْعُمْ)

(خطاب سینی جوچستان - ۱۲ فروری ۱۹۴۸ء)

۲۵ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مستی قائد اعظم کی نظر میں

”آج ہم یہاں دُنیا کی عظیم ترین مستی کو نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ آپؐ کی حریت اور تحریک کروڑوں عام انسان ہی نہیں کرتے بلکہ دُنیا کی تمام عظیم شخصیتیں آپؐ کے سامنے سر جھکا تی ہیں۔ میں ایک عاجز ترین، انتہائی خاکسار، بندہ ناچیز، اتنی عظیم عظمتوں کی بھی عظیم ہستی کو بھلا کیا اور کیسے نذرانہ عقیدت پیش کر سکتا ہوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عظیم مصلح تھے۔ عظیم رہنما تھے، عظیم واضع قانون تھے، عظیم سیاست دان تھے۔ عظیم حکمران تھے۔“ (خطاب کراچی بار ایسوسی ایشن - ۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء)

۲۶ : قرآن کریم مسلمانوں کا قانون حیات ہے۔ (قائد اعظم)

(قائد اعظم کا پیغام عید - ستمبر ۱۹۴۷ء)

”میرے پھل عید کے پیغام کے بعد سے مسلمانوں میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس زیادہ سے زیادہ بڑھ رہا ہے۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادت اور اخلاقیات تک ہی محدود نہیں، بلکہ قرآن کریم سب مسلمانوں کا دین و ایمان اور قانون حیات ہے۔ یعنی مذہبی اور معاشرتی، تمدنی، تجارتی، عسکری، عدالتی اور تعزیری احکام کا

مجموعہ ہے۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم کو یہ حکم ہے کہ ہر مسلمان کے پاس اللہ کے کلام پاک کا ایک نسخہ ضرور ہو اور وہ اس کو بخور و خوض مطالعہ کرے تاکہ یہ اس کی انفرادی و اجتماعی ہدایت کا بھی باعث ہو۔

۲۷ : اقتدار اعلیٰ کا تصور اسلامی ریاست میں — (قائد اعظم)

(ISLAMIC STATE VERSUS SECULAR STATE)

”اسلامی حکومت کے تصور کا یہ اختیار پیش نظر ہونا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفائیت کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصل نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے، نہ پارلیمنٹ کی، نہ کسی شخص یا ادارے کی۔ قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی و پابندی کی حدود و قیودین کر سکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت قرآنی احکام و اصول کی حکومت ہے۔“

(خطاب کراچی ۱۹۴۸ء)

۲۸ : پاکستان کو دنیا کے سامنے ایک منفرد اسلامی معاشی نظام پیش کرنا ہے۔ (قائد اعظم)

”میں اشتیاق اور دل چسپی سے معلوم کرتا ہوں گا کہ آپ کی مجلس تحقیق ”بکاری کے ایسے طریقے کیونکر وضع و اختیار کرتی ہے جو معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق ہوں۔ مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لیے لاینحل مسائل پیدا کر دیئے ہیں اور اکثر لوگوں کی یہ رائے ہے کہ مغرب کو اس تباہی سے کوئی سبب ہی بچا سکتا ہے جو کہ مغرب کی وجہ سے دنیا کے سر پر منڈلا رہی ہے۔ مغربی نظام افراد انسانی کے مابین انصاف کرنے اور بین الاقوامی میدان میں آویزش اور چپقلش دور کرنے میں ناکام رہا ہے۔ بلکہ گزشتہ نصف صدی میں ہونے والی دو عظیم جنگوں کی ذمہ داری سراسر مغرب پر عائد ہوتی ہے۔ مغربی دنیا صنعتی قابلیت اور مشینوں کی دولت کے زبردست فوائد رکھنے کے باوجود انسانی تاریخ کے بدترین باطنی بحران میں مبتلا ہے۔ اگر ہم نے مغرب کا معاشی نظریہ اور نظام اختیار کیا تو عوام کی پرسکون خوش حالی حاصل کرنے کے اپنے نصب العین میں ہمیں کوئی مدد نہ ملے گی۔“

”اپنی تقدیر ہمیں اپنے منفرد انداز میں بنانی پڑے گی۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشی نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشرتی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو۔ ایسا نظام پیش کر کے گویا ہم مسلمانوں کی حیثیت میں اپنا فرض انجام دیں گے۔ انسانیت کو سچے اور صحیح امن کا پیغام دیں گے کہ صرف ایسا امن ہی بنی نوع انسان کو جنگ کی ہولناکی سے بچا سکتا ہے۔ صرف ایسا امن ہی بنی نوع انسان کی خوشی اور خوشحالی کا امن و محافظ ہو سکتا ہے۔“

(خطاب سیٹنگ بک آف پاکستان کا افتتاح - ۱۵ جولائی ۱۹۴۸ء)

سترآن کریم

۱ : قرآن کے لفظی ترجمے روح قرآن سے خالی ہیں (مودودی)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب شاہ عبدالقادر صاحب شاہ رفیع الدین صاحب حضرت شیخ الحدید مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے تراجم کے بارے میں مودودی صاحب فرماتے ہیں :-
 ” پہلی چیز ایک لفظی ترجمے کو پڑھتے وقت محسوس ہوتی ہے وہ روانی عبارت ، زور بیان ، بلاغت زبان اور تاثیر کلام کا فقدان ہے۔ قرآن کی سطروں کے نیچے آدمی کو ایک ایسی بے جان عمارت ملتی ہے جسے پڑھ کر نہ اس کی روح وجد میں آتی ہے ، نہ اس کے رونگھے ٹھہرے ہوتے ہیں ، نہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں ، نہ اس کے جذبات میں کوئی طوفان برپا ہوتا ہے ، نہ اسے محسوس ہوتا ہے کہ کوئی چیز عقل و فکر کو تسخیر کرتی ہوئی قلب پر گونج اترتی چلی جا رہی ہے ، اس طرح کا کوئی تاثر و نہما ہونا تو درکنار ترجمے کو پڑھتے وقت تو بسا اوقات آدمی یہ سوچتا رہ جاتا ہے کہ کیا واقعی یہی وہ کتاب ہے جس کی نظیر لانے کے لیے دنیا بھر کو چیلنج دیا گیا تھا ؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظی ترجمے کی چھلنی صرف دوا کے خشک اجزاء ہی کو اپنے اندر سے گزرنے دیتی ہے ، وہی ادب کی وہ تیز و تند اسپرٹ جو قرآن کی اصل عبارت میں بھری ہوئی ہے ، اس کا کوئی حصہ ترجمے میں شامل نہیں ہونے پاتا۔ وہ چھلنی کے اوپر ہی سے اڑ جاتی ہے۔“
 (تفہیم القرآن ص ۷۷)

۲ : رحمن اور رحیم کی مثال ایسی ہے جیسے سخی داتا ، گورا چٹا ، لمبا ترنگا۔
 اسم رحمن کی کمی کو پورا کرنے کے لیے رحیم کا اضافہ کیا گیا ہے (مودودی)

” انسان کا خاصہ یہ ہے کہ جب کوئی چیز اس کی نگاہ میں بہت زیادہ ہوتی ہے تو وہ مبالغہ کے صیفوں میں اس کو

بیان کرتا ہے، اور ایک مبالغہ کا لفظ بول کر وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اس شے کی فراوانی کا حق ادا نہیں ہوا، تو پھر وہ اسی معنی کا اور لفظ بولتا ہے تاکہ وہ کسی پوری ہو جانے جو اس کے نزدیک مبالغہ میں رہ گئی ہے۔ اللہ کی تعریف میں **رحمان** کا لفظ استعمال کرنے کے بعد پھر **رحیم** کا اضافہ کرنے میں بھی یہی نکتہ پر مشید ہے۔ رحمان عربی زبان میں بڑے مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن خدا کی رحمت اور مہربانی اپنی مخلوق پر اتنی زیادہ ہے اور اس قدر وسیع ہے، ایسی بے حد حساب ہے کہ اس کے بیان میں بڑے سے بڑا مبالغہ کا لفظ بول کر بھی جی نہیں بھرتا۔ اس لیے اس کی فراوانی کا حق ادا کرنے کے لیے پھر رحیم کا لفظ مزید استعمال کیا گیا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ہم کسی شخص کی فیاضی کے بیان میں سنی، "اللہ بول کر جب تشنگی محسوس کرتے ہیں تو اس پر ڈالتا" کا اضافہ کرتے ہیں۔ رنگ کی تعریف میں جب "گورے" کو کافی نہیں پاتے تو اس پر چٹے، کا لفظ اور بڑھا دیتے ہیں۔ درازی قد کے ذکر میں جب "لمبا" کہنے سے قافی نہیں ہوتی تو اس کے بعد "ترنگا" بھی کہتے ہیں۔ (تفہیم القرآن ۱۱، صفحہ ۴۴)

۳ : حروف مقطعات کوئی چیتاں نہ تھے — (مودودی)

الْحَمْدُ کی تشریح میں لکھتے ہیں :-

"یہ حروف مقطعات، قرآن مجید کی بعض سورتوں کے آغاز میں پائے جاتے ہیں جس زمانے میں قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ اس دور کے اسالیب بیان میں اس طرح کے حروف مقطعات کا استعمال عام طور پر معروف تھا۔ خطیب اور شعراء دونوں اس اسلوب سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ اب بھی کلام جاہلیت کے جو نمونے محفوظ ہیں ان میں اس کی مثالیں ہمیں ملتی ہیں۔ اس استعمال عام کی وجہ سے یہ مقطعات کوئی چیتاں نہ تھے جس کو بولنے والے کے سوا کوئی نہ سمجھتا ہو بلکہ سامعین بالعموم جانتے تھے کہ ان سے کیا مراد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عصر مخالفین میں سے کسی نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ بے معنی حروف کیسے ہیں جو تم بعض سورتوں کی ابتداء میں بولتے ہو اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام سے بھی ایسی کوئی روایت منقول نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے معنی پوچھے ہوں۔ بعد میں یہ اسلوب عربی زبان میں متروک ہونا چلا گیا اور اس بنا پر مفسرین کے لیے ان کے معنی متعین کرنا مشکل ہو گیا۔" (تفہیم القرآن جلد ۹ صفحہ ۴۹)

۴ : سجدہ ملائکہ سے مراد تعجب ملائکہ ہے — (مودودی)

"فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ کی تفسیر میں سجدہ ملائکہ سے دُنیا کی آئندہ زندگی میں نوع انسان کے لیے فرشتوں کا سخر ہونا مراد لیا ہے۔" (تفہیم القرآن صفحہ ۴۵)

۵ : بنی اسرائیل پر رفع طور محض ایک کیفیت تھی، حقیقت نہ تھی۔ (مودودی)

كَذَّبْنَا قُلُوبَكُمْ الطُّورَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

”پہاڑ کے دامن میں میناق لیے وقت ایسی خوفناک صورت حال پیدا کر دی تھی کہ ان کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا پہاڑ ان پر آ کر گرے گا۔“ (تفسیر القرآن ص ۴۳)

نوٹ : یہی تفسیر سرسید احمد خان نے کی ہے۔

۶ : ساحروں کا سجدہ اندرونی کیفیت تھی، حقیقت نہ تھی۔ (مودودی)

وَأَلْقَى السَّحَابُ سَاجِدِينَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

”اور جادو گروں کا یہ حال ہوا کہ گویا کسی چیز نے اندر سے انہیں سجدہ میں گرا دیا۔“ (تفسیر القرآن ص ۶۹)

۷ : حضرت عیسیٰ کا رفع الی السماء قرآن سے ثابت نہیں ہے۔ (مودودی)

آیت۔ مَا قَنَطُوا يُقَيُّدًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کی تشریح میں لکھتے ہیں :

”یہ اس معاملہ کی اصل حقیقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے۔ اس میں جزم و صراحت کے ساتھ جو چیز بتائی گئی ہے وہ صرف یہ ہے کہ حضرت یسوع کو قتل کرنے میں یہودی کامیاب نہیں ہوئے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اب رہا یہ سوال کہ اٹھانے کی کیفیت کیا تھی تو اس کے متعلق کوئی تفصیل قرآن میں نہیں بتائی گئی قرآن نہ صرف اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ نے ان کو جسم و روح کے ساتھ کرفہ زمین سے اٹھا کر آسمانوں پر کہیں لے گیا اور نہ ہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے طبعی موت پائی اور صرف ان کی رُوح اٹھائی گئی۔ اسی لیے قرآن کی بنیاد پر نہ تو ان میں سے کسی ایک پہلو کی قطعی نفی کی جاسکتی ہے اور نہ اثبات۔“ (تفسیر القرآن حصہ اول ص ۱۷)

۸ : قرآن کے لیے کسی تفسیر کی حاجت نہیں۔ (مودودی)

”قرآن کے لیے کسی تفسیر کی حاجت نہیں۔ ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کا پی ایچ ڈی کے جس نے قرآن کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا ہو اور جو طرز جدید پر قرآن پڑھانے اور سمجھانے کی اہلیت رکھتا ہو۔ وہ اپنے لکچروں سے انٹرمیڈیٹ میں طلباء کے اندر قرآن فہمی کی ضروری استعداد پیدا کر لے گا۔ پھر ہی۔ اسے میں ان کو پورا قرآن اس طرح پڑھا دے گا کہ وہ عربیت میں کافی ترقی کر جائیں گے اور اسلام کی رُوح سے بھی بخوبی واقف ہو جائیں گے۔“ (نتیجعات ۱۹۶۳ء صفحہ ۳۴۲)

۹ : قرآن کی تعلیم و حدیث کے پُرانے ذخیروں سے نہیں ہونی چاہیے (نور دہی)

”قرآن اور سنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے۔ مگر تفسیر و حدیث کے پُرانے ذخیروں سے نہیں۔ اُن کے پڑھانے والے ایسے ہونے چاہیے جو قرآن اور سنت کے مغز کو پا چکے ہیں۔“
(تفہیمات ص ۱۳، ترجمان القرآن ۷ جون ۱۹۳۹ء)

۱۰ : شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ قرآن

”تمام ہندوستان کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ قرآن الہامی ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحب ربابی دارالعلوم دیوبند فرماتے تھے کہ اگر قرآن اردو زبان میں نازل ہوتا تو شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمے کے محوئے کے محوئے نازل ہوتے۔ حضرت شیخ الہند نے شاہ صاحب کے ترجمہ کی تعریف اپنے ترجمہ کے مقدمہ میں لکھی ہے۔ شیخ الہند نے شاہ صاحب کے ترجمہ کی جو خوبیاں اور باریکیاں بیان کی ہیں وہ قابل دید ہیں۔ حضرت شیخ الہند نے اپنے مقدمہ میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ میں نے قرآن کا نیا ترجمہ نہیں کیا ہے بلکہ شاہ صاحب ہی کے ترجمہ کو دورِ حاضرہ کی زبان میں پیش کیا ہے تاکہ مردِ زمانہ کی وجہ سے جو الفاظ متروک ہو گئے ہیں اُن کو ہمانہ بنا کر لوگ اس بیش قیمت ترجمہ سے استفادہ کرنے سے اعراض نہ کرنے لگیں۔ اہل فہم پر شاہ صاحب کے ترجمہ کے حقائق و دقائق بفضلِ تھلے ہیں لیکن ایک گویا بطن کو وہ ترجمہ بے جان اور بے روح ہی معلوم ہو گا۔“
(مؤلف)

۱۱ : اللہ کی صفات اور اسماء میں الحاد — (علامہ عثمانی؟)

وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا وَذُرُّ الدِّیْنِ مِلْحِدُوْنَ فِیْ أَهْمَاسِهِمْ
مَسْجِدُوْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ : اور اللہ کے لیے میں سب نام اچھے، سو اُس کو پکارو وہی نام کہہ کر، اور چھوڑ دو اُن کو جو کج راہ چلتے ہیں اس کے ناموں میں، وہ بدل پلا رہیں گے اپنے کئے کا۔ (حضرت شیخ الہند)
حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی؟ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

”غافل کا حال ذکر کر کے مؤمنین کو متنبہ فرمایا ہے کہ تم غفلت اختیار نہ کرنا۔ غفلت دُور کرنے والی چیز خدا کی یاد ہے۔ سو تم ہمیشہ اُس کو اچھے ناموں سے پکارو اور اچھی صفات سے یاد کرو۔ جو لوگ اس کے اسماء و صفات کے بارے میں کج روش اختیار کرتے ہیں انہیں چھوڑ دو۔ جیسا کریں گے ویسا بھگتیں گے۔ خدا کے ناموں اور

صفتوں کے متعلق کج روی یہ ہے کہ خدا پر ایسے نام یا صفت کا اطلاق کرے جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی اور جو حق تعالیٰ کی تعظیم اور جلال کے لائق نہیں۔ یا اس کے مخصوص نام اور صفت کا اطلاق غیر اللہ پر کرے یا ان کے معانی بیان کرنے میں بے اصول تاویل اور کھینچ تان کرے۔ یا ان کو معصیت (مثلاً سحر وغیرہ) کے مواقع میں استعمال کرنے لگے۔ یہ سب الحاد فی الاسماء کی شکلیں ہیں۔

اسی آیت کے حاشیہ میں شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں کہ الحادیہ کہ جو وصفت نہیں بتانے وہ کہے جیسے اللہ کو بڑا کہا، لمبا نہیں کہا یا قدیم کہا پرانا نہیں کہا۔

۱۲ : حروف مقطعات اسرار لدنی کے بحر متواج ہیں (حضرت مجدد العظمیٰ امام ربانی)

یہ فیر قرآن مجید کے حروف مقطعات کی نسبت کیا لکھے۔ کیونکہ ان حروف میں سے ہر ایک حرف عاشق و معشوق کے پوشیدہ اسرار کا ایک بحر متواج ہے اور محب و محبوب کے دقیق اور باریک داریوں اور رمزوں کی ایک پوشیدہ رمز ہے۔ (مکتوب ۲۶، صفحہ ۵۷، از مکتوبات امام ربانی)

”یہ اسرار حروف مقطعات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جو قرآن کی آیات متشابہات میں سے ہیں جن کی تاویل علماء راجحین کو اطلاع دی ہے۔“

ہم جو الف رب حبیب خدا
لام رب خلیل اللہ است
حضرت کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاروبار کا مبداء الف کی حقیقت ہے اور اس حقیقہ کے معاملہ کا مبداء بھی بمعیت و دراشت کے طور پر یہی الف کی حقیقت ہے، لیکن حضرت کلیم اللہ کی بازگشت میم کی حقیقت کی طرف ہے۔

اور حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے کاروبار کا مبداء وہ حقیقت جو الف کی حقیقت سے ہر تر ہے اور ایسے ہی حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبداء وہی حقیقت فو تانی ہے۔

(مکتوب ۳، صفحہ ۱۳، ۱۵، مکتوبات امام ربانی دفتر اول)

۱۳ : تفسیر بالرائے حرام ہے

تفسیر وہی مقبول ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے صحابہ کرامؓ، تابعینؓ، تبع تابعینؓ اور ائمہ ہدائی و مفسرین حق نے روایت کی ہے۔ تفسیر میں اپنی رائے کا دخل نہ چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر بالرائے کرنے والے کو جہنمی ٹھرایا ہے۔

من قال فی القرآن بعبیر علم (دفعی دعاۃ) جس نے قرآن کی تفسیر میں علم کے بغیر اپنی رائے سے کچھ براہہ فلیتوا مقعدہ فی النار۔ بیان کیا تو اسے اپنا ٹھکانا جہنم ہی بنا کر چاہیے۔

توحید و رسالت

(۱) : حکومت کے بغیر عقائد لایعن اور بیکار ہیں — (مودودی)

”اس کے بعد تمدن کی تفصیل صورت جو اس بنیاد پر بنتی ہے اس کا سارا نقشہ دُنیا کے دوسرے نقشوں سے بدلا ہوا ہوتا ہے۔ طہارت، لباس، خوراک، طرز زندگی، آداب و اطوار، شخصی کردار، کسب معاش، صوفی دولت ازدواجی زندگی، خاندانی زندگی، معاشرتی رسوم، مجلسی طریقے، انسان اور انسان کے تعلق کی مختلف شکلیں، لین دین کے معاملات، دولت کی تقسیم، مملکت کا انتظام، قانون کے اصول، تفصیلی ضوابط کا اصول سے استنباط، عدالت، پولیس، احتساب، ناگزیری، فینانس، امورِ نافعہ (Public Works)، صنعت و تجارت، خبر رسانی، تعلیمات اور دوسرے محکموں کی پالیسی، فوج کی تربیت و تنظیم، جنگ و صلح کے معاملات اس تمدن کا طور و طریق اپنی ایک مستقل شان رکھتا تھا۔ اور ہر ہر جزو میں ایک واضح خط امتیاز اس کو دوسرے تمدنوں سے الگ کرتا ہے۔ اس کی ہر چیز میں ازل سے آخر تک ایک خاص نقطہ نظر، ایک خاص مقصد اور ایک خاص اخلاقی رویہ کارفرما ہوتا ہے جس کا براہ راست تعلق خدا سے واحد کی حاکمیت مطلقہ اور انسان کی محکومیت، مسئولیت اور دُنیا کے بجائے آخرت کی مقصودیت سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔“

اسی تہذیب اور تمدن کو دُنیا میں قائم کرنے کے لیے انبیاءِ عظیم السلام بے پے پیے بھیجے گئے تھے۔

”راہبانی تہذیب کو مستثنیٰ کر کے ہر وہ تہذیب جو دنیا کی زندگی کے متعلق ایک جامع نظریہ اور کاروبارِ دُنیا کو چلانے کے لیے ایک ہمہ گیر طریقہ رکھتی ہو، قطع نظر اس سے کہ وہ جاہلیت کی تہذیب ہو یا اسلام کی طبعاً اس بات کی طالب ہوتی ہے کہ حاکمانہ اختیارات پر قبضہ کرے، زمامِ حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے اور زندگی کا نقشہ اپنے طرز پر بنائے۔ حکومت کے بغیر کسی ضابطہ و نظریہ کو پیش کرنا یا اس کا معتقد ہونا محض بے معنی ہے۔ راہب تو دُنیا کے معاملات کو چلانا ہی نہیں چاہتا بلکہ ایک خاص قسم کے ”سلوک“ سے اپنی نیالی غبات کی منزل تک باہر ہی باہر پہنچانے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ اس لیے نہ اس کو حکومت کی حاجت نہ طلب، مگر جو دُنیا کے معاملات ہی کو چلانے کا ایک خاص

ڈھنگ لے کر اٹھے اور اسی ڈھنگ کی پیروی میں انسان کی فلاح اور نجات کا معتقد ہو، اس کے لیے تو تجر اس کے کوئی چارہ ہی نہیں کہ اقتدار کی کنہیوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے، کیونکہ جب تک وہ اپنے نقشہ پر عمل درآمد کرنے کی طاقت حاصل نہ کرے اس کا نقشہ واقعات کی دنیا میں قائم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ کاغذ پر اور ذہنوں میں بھی زیادہ عرصہ تک باقی نہیں رہ سکتا۔ جس تہذیب کے ہاتھ میں زمام کار ہوتی ہے۔ ”دنیا کا سارا کاروبار اسی کے نقشہ پر چلتا ہے، وہی علوم افکار اور فنون و آداب کی رہنمائی کرتی ہے، وہی اخلاق کے سانچے بناتی ہے، وہی تعلیم و تربیت عام کا انتظام کرتی ہے۔ اسی کے قوانین پر سارا نظام تمدن مبنی ہوتا ہے اور اسی کی پالیسی ہر شعبہ زندگی میں کارفرما ہوتی ہے۔ اس طرح کی زندگی میں کہیں بھی اس تہذیب کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوتی جو اپنی حکومت نہ رکھتی ہو۔“

(تجدید و احیائے دین۔ اشاعت ہشتم جون ۶۹۳ء صفحہ ۳۱، ۳۲، ۳۳)

۲ : مراتب انبیاء حکومت الہیہ کے قیام پر موقوف ہیں نبوت کا مقصد و حکومت الہیہ کا قیام ہے

— (مودودی)

”پس دنیا کے انبیاء علیہم السلام کے مشن کا مقصد یہ رہا ہے کہ حکومت الہیہ قائم کر کے اس پورے نظام زندگی کو نافذ کریں جو وہ خدا کی طرف سے لائے تھے وہ اہل جاہلیت کو یہ حق دینے کے لیے تیار تھے کہ اگر چاہیں تو اپنے جاہلی اعتقادات پر قائم رہیں اور جس حد کے اندر ان کے عمل کا اثر ان ہی کی ذات تک محدود رہتا ہے، اس میں اپنے جاہلی طریقوں پر چلتے رہیں مگر وہ انہیں یہ حق دینے کے لیے تیار نہ تھے اور فطرتاً نہ دے سکتے تھے کہ اقتدار کی کنہیوں ان کے ہاتھ میں رہیں اور وہ انسانی زندگی کے معاملات کو طاقت کے زور سے جاہلیت کے قوانین پر چلائیں۔ اسی وجہ سے تمام انبیاء نے سیاسی انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی۔ بعض کی مساعی صرف زمین تیار کرنے کی حد تک رہیں جیسے ابراہیم علیہ السلام۔ بعض نے انقلابی تحریک عملاً شروع کر دی۔ مگر حکومت الہیہ قائم کرنے سے پہلے ان کا کام ختم ہو گیا، جیسے حضرت مسیحؑ اور بعض نے اس تحریک کو کامیابی کی منزل تک پہنچا دیا۔ جیسے حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔“

(تجدید و احیائے دین۔ اشاعت ہشتم جون ۶۹۳ء، صفحہ ۳۴)

نوٹ : ان اقتباسات کو پڑھتے وقت ناظرین اوراق مقاصد بشت کی آیت

هوَالَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ الْحُجَّاءَ وَأَرْسَلَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ الْحُجَّاءَ فِي ذُرِّيَّتِهِمْ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الْآيَاتِ

۳ : عصمت انبیاء در اصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں ہے
اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبی سے غلطی کرائی ہے۔

(مودودی)

”لیکن ان حضرات نے شاید اس امر پر غور نہیں کیا کہ عصمت در اصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب نبوت کی ذمہ داریاں صحیح طور پر استعمال کرنے کے لیے مصلحتاً خطاؤں اور لغزشوں سے محفوظ فرمایا ہے؛ ورنہ اگر اللہ کی حفاظت تھوڑی دیر کے لیے بھی ان سے منکف ہو جائے تو جس طرح عام انسانوں سے بھول چوک اور غلطی ہوتی ہے اسی طرح انبیاء سے بھی ہو سکتی ہے اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں ہو جانے دی ہیں تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھیں اور جان لیں کہ یہ بھی بشر ہیں۔“

(تفہیمات جلد ثانی ص ۳۲)

۴ : انبیاء کو سزا بھی دی جاتی تھی — (مودودی)

”چہاں یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مقبول بارگاہ ہونے کے باوجود اور اس کی طرف سے بڑی بڑی حیرت انگیز طاقتیں پانے کے باوجود تھے تو وہ بندہ اور بشری۔ الوہیت ان میں سے کسی کو حاصل نہ تھی۔ رائے اور فیصلہ کی غلطی بھی کرتے تھے، بیمار بھی ہوتے تھے، آزمائشوں میں بھی ڈالے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ قصور بھی ان سے ہو جاتے تھے اور انہیں سزا بھی دی جاتی تھی۔“

(ترجمان القرآن صفحہ ۱۵، سنی ۱۹۵۵ء)

۵ : نبی کا علم نبوت سے پہلے عام انسانوں کی طرح ہوتا ہے۔ (مودودی)

”قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام وحی آنے سے پہلے جو علم رکھتے تھے اس کی نوعیت عام انسانی علوم سے کچھ بھی مختلف نہ تھی۔ ان کے پاس نزول وحی سے پہلے کوئی ایسا ذریعہ علم نہ ہوتا تھا جو دوسرے لوگوں کو حاصل نہ ہو؛ چنانچہ فرمایا: مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ الْآيَةُ (مشوہی)
”تم کچھ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی تھی اور ایمان کیا ہوتا ہے۔“

ووجدك ضالاً فهدى آلیہ — ”اور اللہ نے تم کو گمراہ راستہ سے پھیر دیا۔“

تمہیں راہ بتایا۔“

وسائل جلد اول، صفحہ ۲۶، ۲۷

۶ : حضرت آدمؑ کو نفس کے حوالے کر دیا گیا - (مودودی)

”گمان کرنے کے لیے کوئی معقول وجہ موجود نہیں کہ شجر منوعہ کا چکھنے ہی آدم و حوا کے سر مکمل جانا اس درخت کی کسی خاصیت کا نتیجہ تھا۔ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے سوا کسی اور چیز کا نتیجہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کا ستر اپنے انتظام سے ڈھانکا تھا۔ جب انہوں نے حکم کی خلاف ورزی کی تو خدا کی حفاظت ان سے ہٹا لی گئی۔ ان کا پردہ کھول دیا گیا اور انہیں خود ان کے نفس کے حوالے کر دیا گیا کہ اپنی پردہ پوشی کا انتظام خود کریں اگر اس کی ضرورت سمجھتے ہیں اور اگر ضرورت نہ سمجھیں یا اس کے لیے سعی نہ کریں تو خدا کو اس کی کچھ پروا نہیں کہ وہ کس حال میں پھرتے ہیں۔“

(تفہیم القرآن ۲، صفحہ ۱۲)

۷ : حضرت آدمؑ کو مودودی صاحب نے ملٹن اور مارٹن کو تخرکی طرح پیش کیا ہے

(الف) ”علاوہ ازیں اگر موقع و محل اور سیاق و سباق کی مناسبت کو دیکھا جائے تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پوزیشن صاف کرنے کے لیے یہ قصہ نہیں بیان کیا ہے بلکہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ بشری کمزوری کی کیا تھی جس کا وعدہ ان سے ہوا اور جس کی بدولت صرف وہی نہیں بلکہ ان کی اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی پستی تنبیہات کے باوجود اپنے دشمن کے پھندے میں پھنسی اور پھنسی جا رہی ہے۔“

”مگر اس عمدہ پرستقل تقرر ہونے سے پہلے امتحان لینا ضروری سمجھا گیا تاکہ اُمیدوار کی صلاحیتوں کا حال معلوم ہو جائے اور یہ ظاہر ہو جائے کہ اس کی کمزوریاں کیا ہیں اور خوبیاں کیا۔ چنانچہ امتحان لیا گیا اور جوابات گلیں وہ یہ تھی کہ یہ اُمیدوار تخرلیں اور اطلاع کے اثر میں اگر پھیل جاتا، اطاعت کے عزم پر مضبوطی سے قائم نہیں رہتا اور اس کے علم پر نسیان غالب آجاتا ہے اس امتحان کے بعد آدمؑ اور ان کی اولاد کو مستقل خلافت پر مامور کرنے کے بجائے نہایت خلافت دی گئی اور آزمائش کے لیے ایک مدت (اجل جس کا اختتام قیامت پر ہوگا) مقرر کر دی گئی۔ اس آزمائش کے دور میں اُمیدواروں کے لیے معیشت کا سرکاری انتظام ختم کر دیا گیا اب اپنی معاش کا انتظام انہیں خود کرنا ہے البتہ زمین اور اس کی مخلوقات پر ان کے اختیارات برقرار ہیں۔“

(ترجمان القرآن ص ۱۳، مئی ۱۹۵۵ء)

(ب) ”اس فقرے کا دوبارہ اعادہ معنی خیز ہے۔ اوپر کے فقرے میں یہ بتایا گیا ہے کہ آدمؑ نے توبہ کی اور اللہ نے قبول کر لی۔ اس کے معنی یہ ہونے کہ آدمؑ اپنی نافرمانی پر عذاب کے مستحق نہ رہے۔ گناہ گاری کا جو داغ ان کے دامن پر لگ گیا تھا وہ دھو ڈالا گیا۔ نہ یہ داغ ان کے دامن پر اور نہ اس کی نسل کے دامن پر اور نہ اس کی ضرورت پیش آئی

کہ معاذ اللہ! خدا کو اپنا اکلوتا بیٹا کہ نوح انسانی کا کفارہ ادا کرنے کے لیے سولی پر چڑھوانا پڑتا۔ برعکس اس کے اللہ نے آدم علیہ السلام کی توبہ ہی قبول کرنے پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ اس کے بعد انہیں نبوت سے بھی سرفراز کیا تاکہ وہ اپنی نسل کو سیدھا راستہ بتا کر جائیں۔“
(تفہیم القرآن جلد ۱، ص ۵۳)

۸ : حضرت نوحؑ میں جاہلیت کا جذبہ — (مودودی)

”لیکن جب اللہ تعالیٰ انہیں متنبہ فرماتا ہے کہ جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اس کو محض اس لیے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے، تو وہ اپنے دل کے زخم سے بے پروا ہو کر اس فکر کی طرف پلٹ آئے جو اسلام کا مقتضی ہے۔“
(تفہیم القرآن، جلد ۲، ۱۹۶۴ء، ص ۳۴)

۹ : حضرت ابراہیمؑ سے شرک کا ارتکاب — (مودودی)

”اس سلسلہ میں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تارے کو دیکھ کر کہا یہ میرا رب ہے اور جب چاند سورج کو دیکھ کر انہیں اپنا رب کہا تو کیا وہ اس وقت عارضی طور پر ہی شرک میں مبتلا نہ ہو گئے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ طالبِ حق اپنی جستجو کی راہ میں سفر کرتے ہوئے بیچ کی منزلوں میں خورد و فکر کے لیے ٹھہرتا ہے۔ اصل اعتبار ان منزلوں کا نہیں ہوتا۔ بلکہ اصل اعتبار اس سمت کا ہوتا ہے جس پر وہ پیش قدمی کر رہا ہے اور اس آخری منزل کا مقام ہوتا ہے جہاں پہنچ کر وہ قیام کرتا ہے بیچ کی منزلیں سر جو یا نئے حق کے لیے ناگزیر ہیں۔“
(تفہیم القرآن ص ۵۵)

نوٹ ۱: آخری جملہ کی زد میں تمام انبیاء آگئے (مؤلف)

نوٹ ۲: مودودی سے ہوئے تو قرآن سے یہ آیت ہی نکلا دیں، وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ.

Note for page No. 30

مشرع کرتا ہوں انسان کی پہلی نافرمانی سے

لکھانا اس شجر ممنوعہ کا

جو لایا انسان کو اس دنیا میں

(ملٹن - پیرے ڈائز لوسٹ)

Of man's first disobedience the eating
of that forbidden tree that brought
man unto this world,

(Milton—Paradise Lost)

۱۰ : بعثت سے پہلے علوم انبیاء آثار کائنات سے متعلق ہوتے ہیں۔ (مودودی)

”سورہ انعام کی آیت فلما جن علیہ الیل را کو کب کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ یہاں ابراہیم علیہ السلام کے ابتدائی تفکر کی کیفیت بیان کی گئی ہے جو منصب نبوت پر سرفراز ہونے سے پہلے ان کے لیے حقیقت تک پہنچنے کا ذریعہ بنا۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ایک صحیح المناغ اور سلیم النظر انسان جس نے سراسر شرک کے ماحول میں انھیں کھولی تھیں اور جسے قیود کی تعلیم کہیں سے حاصل نہ ہو سکتی تھی کس طرح آثار کائنات کا مشاہدہ کر کے اور ان پر غور و فکر اور ان سے صحیح استدلال کر کے امر حق معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔“

(تفہیم القرآن سورہ انعام ج ۱، صفحہ ۵۵)

۱۱ : رسول اللہ کی معرفت توحید بھی آثار کائنات کی اسٹڈی سے متعلق تھی (مودودی)

سورہ ہود مکرّم! کی آیت اذن کان علیٰ بینة من ربہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

”اس ارشاد سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن سے پہلے ایمان بالغیب کی منزل سے گزر چکے تھے جس طرح سورہ انعام میں حضرت ابراہیمؑ کے متعلق بتایا گیا ہے کہ ہر نبی ہونے سے قبل آثار کائنات کے مشاہدہ سے وہ توحید کی معرفت حاصل کر چکے تھے۔ اسی طرح یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ نبی نے بھی غور و فکر سے اس حقیقت کو پالیا تھا اور اس کے بعد قرآن نے ان کو اس کی نہ صرف تصدیق و توثیق کی بلکہ آپ کو حقیقت کا براہ راست علم بھی عطا کر دیا۔“

(تفہیم القرآن ج ۲، صفحہ ۳۱)

۱۲ : سرور انبیاء اور انبیاء کے علوم بعثت سے پہلے محض کسی ہوتے ہیں۔ (مودودی)

”اس سے یہ بات باطل واضح ہو جاتی ہے کہ وہی کے ذریعہ سے حقیقت کا براہ راست علم پانے سے پہلے انبیاء علیہم السلام مشاہدہ اور غور و فکر کی نظری قابلیتوں کو صحیح طریقہ پر استعمال کر کے (جیسے اوپر کی آیت میں بینة من ربہ سے تعبیر کیا گیا ہے) توحید و معاد کی حقیقتوں تک پہنچتے تھے اور ان کی رسائی وہی نہیں کسی ہوتی تھی۔“

درساں و رساں ملک خدا دل میں دہی

نوٹ : پیر سرگرات ۵ اور ۷ میں تضاد منی ہے (نوٹ) (نوٹ) آثار کائنات اور تخلیق کائنات میں فرق ہے (نوٹ)

Note: (a) Science is an approach to truth through observation and experimentation of آثار کائنات

(b) Philosophy is an approach to truth through meditation and speculation of (آثار کائنات)

۱۳ : بسا اوقات پیغمبروں تک کو نفس شیریں کی رہبری کے خطرے پیش آتے ہیں (مودودی)

”اور تو اور بسا اوقات پیغمبروں تک کو اس نفس شیریں کی رہبری کے خطرے پیش آتے ہیں، چنانچہ داؤد علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو ایک موقع پر تنبیہ کی گئی ہے کہ :

(صورت ۲) ”ہو اے نفس کی پیروی نہ کرنا ورنہ یہ تہیں اللہ کے راستے سے جھکا دے گی“

(تفہیم القرآن ج ۱ ص ۱۲ طبع مجم)

۱۴ : حضرت موسیٰ سے ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا

نبوت سے پہلے جب راہ ہدایت ان پر نہ کھلی تھی (مودودی)

”نبی ہونے سے پہلے تو کسی نبی کو وہ مصمت حاصل نہیں ہوتی جو نبی ہونے کے بعد ہوا کرتی ہے۔ نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰ سے بھی ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا۔ انہوں نے ایک انسان کو قتل کر دیا تھا، چنانچہ جب فرعون نے ان کو اس فعل پر طاعت کی تو انہوں نے بھرے دربار میں اس بات کا اقرار کیا۔

یعنی یہ فعل گھبرے اس وقت سرزد ہوا جب راہ ہدایت مجھ پر نہ کھلی تھی“

درسائل و مسائل ص ۳۱ مطبوعہ باد دوم ۱۹۵۵ء و (ترجمان القرآن مئی، جون، جولائی تا اکتوبر ۱۹۴۴)

۱۵ : حضرت موسیٰ — ایک جلد باز فاتح — A HASTY VICTOR (مودودی)

آیت : عَجَلْتُ لَكَ رَبِّ لَرِضْوَىٰ کے تحت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں :

”ان کی مثال اس جلد باز فاتح کی سی ہے جو اپنے اقتدار کا استحکام کئے بغیر مارت کر تا ہوا چلا جائے اور پیچھے جھگن کی آگ کی طرح مضبوط علاقہ میں بغاوت پھیل جائے“

(رسالہ ترجمان القرآن، جلد ۴، عدد ۴ ص ۵)

نوٹ : آثارِ کائنات اور حکمت الشیء والہرمن میں بہت فرق ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو اس کائنات کے اصول و کلیات پر مطلع کیا گیا۔ مودودی نے آثارِ کائنات کو انبیاء کی جلا گناہ بتایا ہے حالانکہ آثارِ کائنات تو پہلا قدم ہے۔ لیکن حقیقت تحقیقاتِ اناریہ سے سب سے پہلے گزرتے ہیں ان کے بعد تجلیاتِ افضالیہ، تجلیاتِ صفاتیہ اور تجلیاتِ ذاتیہ انبیاء کی سیر اصول میں اور غیر انبیاء کی سیر غفلت میں واقع ہوتی ہے۔ فلاسفوں اور سائنسدانوں کی جولان گاہ صرف غفلت۔ عوام کی جولان گاہ بھی یہی آثار ہیں۔

۱۴ : حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی ہو گئی تھی

ان کی قوم کا عذاب ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے ٹلا (مودودی)

”تاہم قرآن کے ارشادات اور صحیفہ یونسؑ کی تفصیلات پر غور کرنے سے اتنی بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں اور غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا ستر بھی چھوڑ دیا تھا۔ اس لیے جب آسمان عذاب دیکھ کر آشوروں نے توبہ و استغفار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ پس جب نبی اوائے رسالت میں کوتاہی کرے گا اور اللہ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے بطور خود اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اللہ تعالیٰ کے انصاف نے اس قوم کو عذاب دینا گوارا نہ کیا۔ کیونکہ اس پر اتمام حجت کی کافی شرائط پوری نہیں ہوئی تھیں۔“ (تفہیم القرآن جلد ۲، سورہ یونس، حاشیہ ص ۳۱۴)

۱۵ : حضورؐ دجال کے بارے میں شک میں مبتلا تھے

”یاخ نے حضورؐ کا اندیشہ غلط ثابت کر دیا (مودودی)

”دجال کے متعلق تہنی احادیث نبویؐ سے مروی ہیں ان کے معنوں پر مجموعی نفوذ اٹنے سے یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے کہ حضورؐ کو اللہ کی طرف سے اس معاملہ میں جو علم ملا تھا وہ صرف اس حد تک تھا کہ بڑا دجال ظاہر ہونے والا ہے اس کی یہ اور یہ صفات ہوں گی اور وہ ان خصوصیات کا حامل ہوگا، لیکن یہ آپ کو نہیں بتایا گیا کہ وہ کب ظاہر ہوگا۔ کہاں ظاہر ہوگا اور یہ کہ وہ آیا آپ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے یا آپ کے بعد کسی بعد زمانہ میں پیدا ہونے والا ہے۔ ان امور سے متعلق جو مختلف باتیں حضورؐ سے احادیث میں منقول ہیں۔ وہ دراصل آپ کے قیاسات ہیں جن کے بارے میں آپ خود شک میں تھے۔ یہ تردد اول تو خود ظاہر کرتا ہے کہ یہ باتیں آپ نے علم وحی کی بنیاد پر نہیں فرمائی تھیں بلکہ اپنے گمان کے مطابق فرمائی تھیں۔ اود آپ کا گمان وہ چیز نہیں جس کے صحیح نہ ثابت ہونے سے آپ کی نبوت پر کوئی حرج آتا ہو۔ حضورؐ کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو، لیکن کیا سارے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضورؐ کا یہ اندیشہ صحیح نہ تھا۔“ (ترجمان القرآن فردی ۱۹۶۶ء)

۱۸ : انبیاء لیڈروں کی حیثیت میں سرور انبیاء لیڈر کی حیثیت میں (مودودی)

دو۔ ”اسلامی تحریک کے تمام لیڈروں میں ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ تنہا لیڈر ہیں جن کی زندگی میں ہم کو

اس تحریک کی ابتدائی دعوت سے لے کر اسلامی اسٹیٹ کے قیام تک اور پھر قیام کے بعد اس اسٹیٹ کی شکل و دستور داخلی و خارجی پالیسی اور نظم مملکت کے پہنچنے تک ایک ایک مرحلہ اور ایک ایک پہلو کی پُری تفصیلات اور نہایت مستند تفصیلات ملتی ہیں۔“

(ب) ”اس دوران میں تحریک کے لیڈر نے اپنی شخصی زندگی سے اپنی تحریک کے اصول کا اور ہر اس چیز کا جس کے لیے یہ تحریک اُٹھی تھی پورا پورا مظاہرہ کیا۔“

(ج) ”مگر جس لیڈر کو اللہ نے رہنمائی کے لیے مقرر کیا تھا اُس نے دُنیا کے اور خود اپنے ملک کے اُن بہت سے مسائل میں سے کسی ایک مسئلہ کی طرف توجہ بھی نہ دی بلکہ دعوت اس چیز کی طرف دی کہ خدا کے سوا تمام الملوں کو چھوڑ دو۔ اور صرف اسی ایک الٰہ کی بندگی قبول کرو۔“ (اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے ص ۲۴، ۲۵، ۲۶)

۱۹ : رسول خدا کے علاوہ کوئی انسان معیارِ حق نہیں ہے (مودودی)

یعنی انبیا بھی معیارِ حق نہیں ہیں (مؤلف)

”رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائیے کسی کو متنبہ سے بالاتر نہ سمجھیے۔ کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بتائے ہوئے اسی معیارِ کامل پر جانچنے اور پرکھنے اور جو اس کے لحاظ سے جس درجہ میں ہوا اسی درجہ میں رکھتے۔“ (دستورِ جماعت اسلامی پاکستان ص ۱۴)

۲۰ : اس امت میں کوئی مجددِ کامل پیدا نہیں ہوا (مودودی)

یعنی ختمِ نبوت پر اعتراض ہے (مؤلف)

”تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجددِ کامل پیدا نہیں ہوا ہے۔ قریب تھا کہ عمر بن عبد العزیز اس منصب پر فائز ہوتے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔“

(تجدیدِ دُعا دین - اشاعتِ ہشتم جون ۶۲ء صفحہ ۴۹)

بقیۃ فوٹ : سید المرسلین کی امت اور کالمین سے خالی ؛ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ختمِ نبوت کر کے اس امت پر ظلم کیا گیا کہ کالمین سے محروم کر دیا گیا اور یہ امت گمراہی میں پڑ گئی حالانکہ پچھلی امتوں میں پے در پے انبیاء اُن کی ہدایت کے لیے اُٹھائے گئے۔ پس یہ کہنا کہ اس امت میں کوئی کامل نہیں ہوا۔ دراصل ختمِ نبوت پر اعتراض ہے اور بارگاہِ احدیت کی شان میں گستاخی ہے (مؤلف)

اس تحریک کی ابتدائی دعوت سے لے کر اسلامی اسٹیٹ کے قیام تک اور پھر قیام کے بعد اس اسٹیٹ کی شکل و دستور داخلی و خارجی پالیسی اور نظم مملکت کے پہنچنے تک ایک ایک مرحلہ اور ایک ایک پہلو کی پوری تفصیلات اور نہایت مستند تفصیلات ملتی ہیں۔“

(دب) ”اس دوران میں تحریک کے لیڈر نے اپنی شخصی زندگی سے اپنی تحریک کے اصول کا اور ہر اس چیز کا جس کے لیے یہ تحریک اٹھی تھی پورا پورا مظاہرہ کیا۔“

(ج) ”مگر جس لیڈر کو اللہ نے رہنمائی کے لیے مقرر کیا تھا اس نے دنیا کے اور خود اپنے ملک کے اُن بہت سے مسائل میں سے کسی ایک مسئلہ کی طرف توجہ بھی نہ دی بلکہ دعوت اس چیز کی طرف دی کہ خدا کے سوا تمام اللہوں کو چھوڑ دو۔ اور صرف اسی ایک الٰہ کی بندگی قبول کرو۔“ (اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے ص ۲۳۰، ۲۳۱)

۱۹ : رسول خدا کے علاوہ کوئی انسان معیار حق نہیں ہے (مودودی)

یعنی انبیا بھی معیار حق نہیں ہیں (مؤلف)

”رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائیے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھیے۔ کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بتائے ہوئے اسی معیار کا مل پر جانچنے اور پرکھنے اور جو اس کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو اسی درجہ میں رکھتے۔“ (دستور جماعت اسلامی پاکستان ص ۱)

۲۰ : اس امت میں کوئی مجددِ کامل پیدا نہیں ہوا (مودودی)

یعنی ختمِ نبوت پر اعتراض ہے (مؤلف)

”تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجددِ کامل پیدا نہیں ہوا ہے۔ قریب تھا کہ عمر ابن عبدالعزیز اس منصب پر فائز ہوتے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔“

(تجدید و احیائے دین - اشاعت ہشتم جون ۱۹۶۲ء صفحہ ۴۹)

بہتیتہ نوٹ : سید المسلمین کی امت اور کالمین سے خالی ؛ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ختمِ نبوت کر کے اس امت پر ظلم کیا گیا کہ کالمین سے محروم کر دیا گیا اور یہ امت گمراہی میں چرگئی حالانکہ پچھلی امتوں میں بے در پے انبیاء اُن کی ہدایت کے لیے اٹھائے گئے۔ پس یہ کہنا کہ اس امت میں کوئی کامل نہیں ہوا۔ دراصل ختمِ نبوت پر اعتراض ہے اور بارگاہِ احادیث کی شان میں گستاخی سے (مؤلف)

۲۱: عصمتِ انبیاء کی تشریح

مولانا محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں :

” اطاعت اور فرمانبرداری اور تالبعاری اس کو کہتے ہیں کہ اللہ کی مرضی کے موافق کام کیا جائے۔ جس طرح بادشاہان دنیا اپنی مرضی ہر شخص سے بیان نہیں کرتے بلکہ مقررانِ بارگاہ کے ذریعے دوسروں کو مطلع کر دیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے اس شان بے نیازی پر کب سزاوار ہے کہ وہ ہر کسی سے کہتا پھرے کہ اس کام کو کرنا چاہیے اور اس کام کو نہیں کرنا چاہیے۔ وہ بھی اپنے مقررانِ خاص کے ذریعہ اور ان کو اپنی رضا اور غیر رضا سے مطلع کرے گا۔ ہم ان مقررانِ بارگاہ کو جو اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی اطلاع اور ان کو کرتے ہیں پیغمبر، نبی اور رسول کہتے ہیں۔“

” وجہ تسمیہ خود ظاہر ہے، لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ کوئی کسی کا مقرب جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ اس کی موافقی ہو۔ جو لوگ مخالف مزاج ہوتے ہیں قرب و منزلت ان کو حشر نہیں آسکتا، چنانچہ ظاہر ہے مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص یوسف ثانی ہو اور حسن بن لاثانی ہو، پر اس کی ایک آنکھ کافی ہو تو اس ایک آنکھ کا نقصان تمام چہرہ کو بد نما اور نازیبا کر دیتا ہے، ایسے ہی اگر ایک بات بھی کسی میں دوسروں کے مخالف مزاج ہوتو ان کی اور خوبیاں بھی ہوتی نہ ہوتی برابر ہو جائیں گی۔ غرض ایک عیب بھی کسی میں ہوتا ہے تو پھر محبوبیت اور موافقت طبعیت و رضا متصور نہیں جو اُمیدِ قرب ہو، اس لئے یہ بھی ضرور ہے کہ انبیاء اور مرسل سرا یا اطاعت ہوں اور ایک بات بھی ان میں خلاف مرضی خداوندی نہ ہو، اسی وجہ سے ہم انبیاء کو معصوم کہتے ہیں اور معصوم کہنے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ ان میں گناہ خداوندی عالم کا مادہ اور سامان ہی نہیں؛ کیونکہ جب ان میں کوئی کلفت بڑی ہی نہیں تو پھر ان سے بُرے افعال کا صادر ہونا بھی ممکن نہیں اس لیے کہ افعال اختیاری تابع صفات ہوتے ہیں۔ اگر خدات ہوتی ہے تو داد و دہش کی نوبت آتی ہے اور اگر نجل ہوتا ہے تو کوزی کوڑی جمع کی جاتی ہے۔ شجاعت میں معرکہ آرائی اور بدلی میں پسائی ظہور میں آتی ہے۔ ہاں یہ بات ممکن ہے کہ بوجہ سہوا غلط فہمی جو گاہ بگاہ بڑے عاقلوں کو بھی پیش آ جاتی ہے اور سوائے خداوندی علم و خیر اور کوئی اس سے منزه نہیں، کسی مخالف مرضی کام کو موافق مرضی اور موافق مرضی کام کو مخالف مرضی سمجھ جائیں اور اس وجہ سے بظاہر خلاف مرضی کام ہو جائے تو ہو جائے یا وجہ عظمت و محبت مطاع ہی مخالفت کی نوبت آجائے مگر اس کو گناہ نہیں کہتے۔ گناہ کے لیے یہ ضرور ہے کہ عدا مخالفت کی جائے۔ بھول چوک کو لغزش کہتے ہیں گناہ نہیں کہتے۔ یہی وجہ ہے کہ موقعِ عذیب کہہ کر کہتے ہیں کہ میں بھول گیا تھا یا میں سمجھا نہ تھا۔ اگر بھول چوک بھی گناہ ہی ہوا کرتا تو یہ عذر اور کٹا اقرار خطا ہوا کرتا عذر نہ ہوا کرتا۔ جب یہ بات واضح ہو گئی کہ افعال تابع صفات ہیں تو اب دو باتیں قابلِ لحاظ باقی رہیں۔ ایک اخلاق یعنی صفاتِ اصلیہ دوسرے عقل و فہم۔ اخلاق کی ضرورت تو ہمیں سے ظاہر

ہے کہ افعال جن کا کرنا نہ کرنا عبادت و اطاعت اور فرمانبرداری میں مطلوب ہوتا ہے ان کا بھلا بُرا ہونا اخلاق کی بھلائی برائی پر موقوف ہے اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل میں بھلی اور بُری اخلاق و صفات ہی ہوتی ہیں اور عقل و فہم کی ضرورت اس لیے ہے کہ اخلاق کے مرتبے میں موقع بے موقع دریافت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ افعال میں بوجہ بے موقع ہو جانے کے کوئی خرابی اُوپر سے نہ آجائے۔ دیکھئے سخاوت اچھی چیز ہے، لیکن موقع میں صرف ہونا پھر بھی شرط ہے اگر مساکین اور مستحقین کو دیا جائے تو فہما وہ نہ رند میوں اور بھڑوؤں کو دنیا شراب خوردوں اور بھنگ نوشوں کو عطا کرنا کون نہیں جانتا کہ اور برائیوں کا سامان ہے وجہ اس کی بجز اس کے اور کیا ہے کہ بے موقع صرف ہوا بالجلہ افعال ہر چند تابع صفات ہیں مگر موقع اور بے موقع کا پہچاننا بجز عقل و فہم مستقیم مگر نہ مقصود نہیں۔ اس لیے ضرور ہے کہ انبیاء میں عقل کامل اور اخلاق حمیدہ ہوں۔ ظاہر ہے کہ جب اخلاق حمیدہ ہوں گے تو محبت بھی ضرور ہوگی، بیکونکہ عقل حسن کی بناء محبت ہی پر ہے اور جب موقع اور محل کا لحاظ ہے اور عقل کامل موجود ہے تو پھر خدا سے بڑھ کر اور کوئی موقع سزاوار محبت ہوگا مگر خدا کے ساتھ محبت ہوگی تو پھر عزم و اطاعت و فرمانبرداری بھی ضرور ہوگا جس کا انجام یہی نکلے گا کہ ارادہ نافرمانی کی گنجائش ہی نہیں اور ظاہر ہے کہ اسی کو معصومیت کہتے ہیں۔

(مباحثہ شاہجہان پور۔ نومبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۸۵ تا ۲۰۱)

۲۲ : عصمت اور حفاظت

”حضرت اسماعیل شہیدؑ نے عصمت کی مندرجہ ذیل تقسیم کی ہے۔

۱) عصمت مطلقہ، ظاہرہ دائمہ : عصمت مطلقہ سے مراد یہ ہے کہ اقوال، اعمال،

افعال، علوم گویا زندگی کے ہر شعبہ میں عصمت حاصل ہو۔ عصمت ظاہرہ سے مراد یہ ہے کہ بدابستہ شریعت میں اس کا ثبوت ہو۔ عصمت دائمہ سے مراد یہ ہے کہ پیدائش سے لے کر موت تک عصمت حاصل ہو۔

۲) عصمت مقیدہ، خفیہ، حادثہ : مقیدہ سے مراد یہ ہے کہ جس منصب کے فرائض اُس شخص کے سپرد ہوئے ہیں ان میں غلطی واقع نہ ہو۔ خفیہ سے مراد یہ ہے کہ عصمت ظاہرہ کی طرح بدابستہ شریعت میں ثبوت مہیا نہ ہو۔ عصمت حادثہ سے مراد یہ ہے کہ قرب الہی حاصل ہونے کے بعد یہ صفت اس میں پائی جانے لگے۔ عصمت کی پہلی قسم یعنی عصمت مطلقہ ظاہرہ دائمہ صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسری قسم یعنی عصمت مقیدہ خفیہ حادثہ پیغمبروں کے سوا دوسرے انسانوں میں بھی پائی جاسکتی ہے۔ فرق مراتب کی وجہ سے اس کو حفاظت کہتے ہیں۔ اس اصول پر خلافت راشدہ ائمہ شریعت و طریقت اور بڑے بڑے اولیاء کرام کے معاملات کو سمجھنا چاہیے۔ مودودی چونکہ حقائق اور معارف باطنی سے ناواقف اور محروم ہے اس لیے وہ عصمت اور

حفاظت کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس حقیقت کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو کمالات و ولایت کے ساتھ ساتھ نبیوت کے بھی حاملین ہوں گے

علم حق در علم صوفی گم شود ایں سخن کے باور سے مردم شود
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا فلان شمس تبریزی نہ شد
قال را بگذار و مردِ حال شو پیشِ مردِ کاٹے پامال شو

۲۳ : انبیاء سے فرائض رسالت میں کوتاہی علم الہی کے خلاف ہے
عبودیت اور عصمت انبیاء کے مخصوص کمالات ہیں

شیخ الہند فرماتے ہیں : عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احد الا من اراد فی من
رسول فانه یشاک من بین یدیہ ومن خلفہ رصد الیعلم ان قد ابلاغ رسالت
وبہم واحاط بہا لدیہم واحصی کل شیء مددا۔

خلاصہ معنوں آتے یہ ہے کہ حق تعالیٰ عالم الغیب اپنے حبیب کی باتیں پیغمبروں کے سوا کسی پر ظاہر نہیں فرماتا اور اپنے
رسول کی حفاظت و حمایت سب طرف سے کرتا ہے تاکہ رسولوں کا احکام الہی کی تبلیغ کرنا محقق ہو جائے اور کوئی فتور و
قصور تبلیغ وحی میں نہ آوے اور اللہ کا علم و قدرت رسولوں کے احوال اور تمام اشیاء کو محیط ہے کوئی امر اس کے
علم و قدرت سے خارج نہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ احکام ہدایت دہی خاص انبیاء پر نازل ہوتے ہیں اور فقط
ارٹضیٰ سے یہ بھی سمجھیں آگیا کہ حضرات انبیاء کرام کے تمام ملکات و علم و اعمال و اخلاق و احوال پسندیدہ جناب باری
اکمل و اعلیٰ ہوتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ وحی الہی اور اس کی تبلیغ کا ہر طرح سے ایذا، انتظام و ممانعت ناممکن
اللہ ہوتا ہے کہ کسی نقصان و دخل کا اس میں امکان محال ہے نہ یہ ہو سکتا ہے کہ شیطان کے کسی قسم کے دخل کو وہاں تک
رسائی ہو نہ یہ ممکن ہے کہ حضرات انبیاء سے اس کے فہم مطلب میں غلطی اور اس کی تبلیغ میں کسی قسم کی کوتاہی یا مغفل
چوک ہو جائے۔

اسی کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ منجملہ کمالات، گوناگوں عبودیت و عصمت و کمال عظیم الشان انبیاء عظیم السلام
کو خاص طور سے عطا ہوتے ہیں۔

عبودیت کا خلاصہ تو یہ ہے کہ اپنے تمام کمالات کو محض انعام و عطا سے خداوندی اور اپنے آپ کو تمام کمالات
و غیرہ میں اسی کا محتاج اور دستِ نگر سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے اتباع احکام الہی میں ایسے چست اور اس کی رضا

میں اس قدر محو اور چالاک کہ ہر ایک امر خداوندی کے سبب لانے کو جان و دل سے تیار اور ہر ایک مخالفت امر سے متعطف اور بیزار بجز اطاعت و فرمانبرداری نہ راحت کا خیال نہ کلیفت شاقہ کا فکر و ملال نہ عزت سے سروکار نہ کسی کی ایذا و دسانی کا دل پر بار۔

اور عصمت کا حاصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اقوال و افعال و عبادات و معاملات و حالات و عادات و عادات و ملکات جو سر تا پا پسندیدہ اور برگزیدہ اور حق سبحانہ کی مرضی کے مطابق ہوتے ہیں نہایت و حمایت الہی وہ سب دخل شیطانی اور عوارض نفسانی سے معصوم و محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ ان کے کسی قول و فعل و غیرہ میں دوسرے احتمال کی گنجائش نہیں ہو سکتی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء کی تعلیم قوی فعلی و غیرہ سب قابل قبول اور واجب الانضباط ہیں اور ان کے کسی قول یا فعل یا عبادات یا معاملہ سے انحراف موجب عسرن دارین ہے۔ (مقالات شیخ المنہج)

۲۴ : سامری کا بچہ طراحتی اور باطل کا مجموعہ تھا

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں :

”سونا تھا کافروں کا مال لیا ہوا قریب سے، اس میں مٹی پڑی برکت کی پاک و ناپاک یعنی حق اور باطل مل کر ایک کرشمہ بن گیا کہ جاندار کی طرح کی روح اور آواز اس میں ہو گئی۔ ایسی چیزوں سے بہت بچنا چاہیے۔ ایسی چیزیں بہت خطرناک ہوتی ہیں اسی سے بت پرستی بڑھتی ہے۔“ (تفسیر موضع القرآن۔ سورہ طہ۔ آیت ۹۶)

۲۵ : دین کے پیشواؤں پر طعن کرنا سامریت، خارجیت اور دجالیت ہے

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں :

”دنیا میں سامری کو یہ سزا ملی کہ وہ لشکر بنی اسرائیل سے باہر الگ رہتا تھا۔ اگر وہ کسی سے ملتا یا کوئی اس سے دونوں کو تپ چڑھتی، اس مارے لوگوں کو دُور دُور کرتا اور ایک وعدہ ہے کہ خلاف نہ ہوگا۔ شاید عذاب آیت ہے اور شاید دجال کا نکلنا۔ وہ بھی یہود میں سامری کے فتنہ کی تکمیل کرے گا۔ جیسے ہمارے پیغمبر مال بانٹتے تھے ایک شخص نے کہا انصاف سے، فرمایا اس کی جنس کے لوگ نکلیں گے۔ وہ اٹھے خارجی کہ لگے اپنے پیشواؤں پر اعتراض کرنے جو کوئی دین کے پیشواؤں پر طعن کرے وہ ایسا ہی ہے۔“ (تفسیر موضع القرآن۔ سورہ طہ۔ آیت ۹۶)

۲۶ : تلایہ اخبار غیب کی تکذیب نہیں کر سکتی

آجہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ صاف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضور کا کلام خدا ہی کا کلام ہے خاص کر ایسی بات جو مغلہ اخبار غیب ہے (ہدیتہ الشیعہ از مولانا محمد قاسم صاحب)

خلافتِ راشدہ اور صحابہ کرامؓ

۱ : صحابہ کرامؓ کے انفرادی افعال اور اعمال ہمارے لئے مرجع و رہبر نہیں ہے (مودودی)

”اس معاملہ میں جب ہم سب سے پہلے کتاب اللہ کی جانب رجوع کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کسی مقام پر بھی صحابہ کرامؓ کے انفرادی افعال اور اعمال کو ہمارے لیے مستقل اسوہ اور مرجع قرار نہیں دیا گیا۔“
(ترجمان القرآن نمبر ۶۳)

۲ : صحابی کا قول و فعل حجت شرعی نہیں ہے (مودودی)

یہ روایت بالعموم اس طرح بیان کی جاتی ہے :

”میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے راستہ پاؤ گے“
اگرچہ اصول فقہ کی کتابوں میں اس روایت کا جا بجا ذکر کیا جاتا ہے، لیکن میرے علم میں کوئی ایک اصولی یا فقہی بھی ایسا نہیں ہے جس نے اس روایت سے صحابی کے قول و فعل کو مطلقاً حجت ثابت کرنے کی کوشش کی ہو۔“
(ماہنامہ ترجمان القرآن نمبر ۶۳)

۳ : عمومی صحابہؓ معیاری مسلمان بھی نہ تھے (مودودی)

”حقیقت یہ ہے کہ عامی لوگ نہ کبھی محمد نبویؐ میں معیاری مسلمان تھے اور نہ اس کے بعد کبھی ان کو معیاری مسلمان سمجھنے کا فخر حاصل ہوا۔ معیاری مسلمان تو اس زمانہ میں بھی وہی تھے اور اب بھی وہی ہیں جو قرآن اور حدیث کے علوم پر نظر رکھتے ہوں اور جن کی رنگ و ریختہ میں قرآن کا علم اور نبی اکرمؐ کی حیات طیبہ کا نمونہ سرایت کر گیا ہو۔ باقی سب عوام تو اس وقت بھی

ان معیاری مسلمانوں کے پیروستے اور آج بھی ہیں “ (تغیبات جلد اول صفحہ ۳۰۹ ترجمان القرآن جولائی ۲۰۳۲ء)

۴ : امام ابن تیمیہؒ اور شاہ عبدالغفرؒ خلافت راشدہ کے
باب میں وکیل صفائی کی حیثیت رکھتے ہیں (مودودی)

” یہ بات بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں نے قاضی ابوبکر ابن العربی کی العواصم من العواصم امام ابن تیمیہؒ کی منہاج السنۃ اور حضرت شاہ عبدالغفرؒ کی تحفۂ اثناعشریہ پر انحصار کیوں نہ کیا۔ میں ان بزرگوں کا نہایت عقیدت مند ہوں اور یہ بات میرے حاشیہ خیال میں بھی کبھی نہیں آئی کہ یہ لوگ اپنی دیانت اور صحت تحقیق کے لحاظ سے قابل اعتماد نہیں، لیکن جس وجہ سے اس مسئلہ میں نے ان پر انحصار کرنے کے بجائے براہ راست اصل مآخذ سے تحقیق کرنے اور اپنی آزادانہ رائے قائم کرنے کا راستہ اختیار کیا وہ یہ ہے کہ ان تینوں حضرات نے دراصل اپنی کتاب میں تاریخ کی حیثیت سے بیان واقعات کے لیے نہیں بلکہ شیعوں کے شدید الزامات اور ان کے اذیاد و تعزیرات کے رد میں لکھی ہیں جن کی وجہ سے علماء ان کی حیثیت وکیل صفائی کی سی ہو گئی ہے اور دو کالت خواہ الزام کی ہو یا صفائی کی اس کی عین فطرت یہ ہوتی ہے کہ اس میں آدمی اس مواد کی طرف رجوع کرتا ہے جس سے اس کا مقصد مضبوط ہوتا ہو اور اس مواد کو نظر انداز کر دیتا ہے جس سے اس کا مقدمہ کمزور ہو جائے “

(خلافت و ملکیت - صفحہ ۳۲)

۵ : حضرت عثمانؓ ملکیت لانے کے ذمہ دار تھے (مودودی)

” لیکن ان کے بعد جب حضرت عثمانؓ جانشین ہوئے تو رفتہ رفتہ وہ اس پالیسی سے ہٹتے چلے گئے انھوں نے پہلے درپے اپنے دشمن داروں کو بڑے بڑے اہم عہدے عطا کئے اور ان کے ساتھ دوسری ایسی رعایات کیں جو عام طور پر لوگوں میں بدعت اعتراض بن کر رہیں “

نوٹ : الصِدْقُ يُبْحَثُ وَ الْكَذِبُ يُهْلِكُ یعنی سچ میں بہتات ہے اور جھوٹ میں تباہی، واقعی اس بے ہوش سامان کے پاس اس قسم کا سامان کچھ نہ تھا پر ایک تحفہ اثناعشر تھا اور جب تحفہ تھا تو جاننے والے جانتے ہیں کہ سب کچھ تھا۔ کافی ہے تو کتری اک نظر نہیں اور کتابیں نہ کسی ایک تحفہ ہی بہت ہے کیونکہ مختلف تحفہ خجۃ اللہ فی العالمین قائم المحدثین و المفسرین عمدۃ المتکلمین زبدۃ المناظرین مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمة کے نام کے سنی قادیان میں (ہدیۃ الشہید از مولانا محمد کام صائب)

” حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو معزول کر کے انہوں نے کوفہ کی گورنری پر اپنے ماں جانے بھائی ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو مقرر کیا اور اس کے بعد یہ منصب اپنے ایک عزیز سعید بن عاص کو دیا۔ حضرت موسیٰ اشعریؓ کو بصرہ کی گورنری سے معزول کر کے اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہ بن عامر کو ان کی جگہ مامور کیا۔ حضرت عمر بن العاصؓ کو مصر کی گورنری سے ہٹا کر اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن ابی سرح کو مقرر کیا۔ (خلافت و ملوکیت ص ۱۰۰)

” بعض حضرات اسماء الرجال کی کتابیں کھول کر بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں فلاں راویوں کو آئمہ رجال نے مجروح قرار دیا ہے اور فلاں راوی جس وقت کا واقعہ بیان کرتا ہے اس وقت تو وہ کچھ بھلا یا پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ اس طرح وہ تاریخی روایات پر تنقید حدیث کے اصول استعمال کرتے ہیں اور اس بنا پر ان کو رد کرتے ہیں کہ فلاں واقعہ سند کے بغیر کہا گیا ہے اور فلاں روایت کی سند میں انقطاع ہے۔“

(خلافت و ملوکیت ص ۳۱۷)

۴ : خلافت عثمانؓ میں جاہلیت داخل ہو گئی تھی (مودودی)

” مگر ایک طرف حکومت اسلامی کی تیز رفتار وسعت کی وجہ سے کام روز بروز زیادہ سخت ہوتا جا رہا تھا اور دوسری طرف حضرت عثمانؓ جن پر اس کارِ عظیم کا بار رکھا گیا تھا ان تمام خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر پیش روؤں کو عطا ہوئی تھیں۔ اس لیے ان کے زمانہ خلافت میں جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماعی کے اندر گھس آنے کا موقع مل گیا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنا سر دے کر اس خطرے کا راستہ روکنے کی کوشش کی مگر وہ نہ رکا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے اسلام کے سیاسی اقتدار کو جاہلیت کے تسلط سے بچانے کی انتہائی کوشش کی، مگر ان کی جان کی قربانی بھی اس انقلابِ معکوس (COUNTER-REVOLUTION) کو نہ روک سکی آخر کار خلافت علی منہاج النبوتہ کا دور ختم ہو گیا۔ ملکِ عضو (TYRANT KINGDOM) نے اس کی جگہ لی، اور اس طرح حکومت کی اساس اسلام کے بجائے پھر جاہلیت پر قائم ہو گئی۔“

” حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد جاہلیت نے مرضِ سرطان کی طرح اجتماعی زندگی میں اپنے ریشے بسترِ بچ پھیلانے شروع کر دیے۔ کیونکہ اقتدار کی کبھی اب اسلام کے بجائے اس کے ہاتھ میں تھی اور اسلام نہ تو حکومت سے محروم ہونے کے بعد اس کی نفوذ و اثر کو بڑھنے سے نہ روک سکتا تھا۔“

(تجدید و احیائے دین، اشاعت ہشتم جون ۱۹۶۳ء ص ۳۶، ۳۷)

۷ : حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کنہیا جی اور ہندو دیوتاؤں کے رنگ میں پیش کیا (نعوذ باللہ)

۸ : ذیل حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کنہیا جی اور ہندو دیوتاؤں کے رنگ میں پیش کیا (نعوذ باللہ)۔ (دموددی کے الزامات)

۹ : حضرت انسؓ کی ثقاہت پر جاہلانہ حملہ۔

مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیے :

”جو حدیثیں ہم نے ابدال میں نقل کی ہیں ان میں کان یطوف، یا کان یدور، طاقت کے الفاظ آئے ہیں ان سب الفاظ کا لفظی ترجمہ ”چکر لگانا“ یا ”پھرنانا“ ہے اور ان سے یہ مطلب نکال دیا کہ کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میں اپنی تمام بیویوں کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ویسے آپ کا عام معمول تو یہ تھا کہ ایک ایک رات ایک ایک بیوی کے پاس بسر فرماتے، مگر احیاناً ایسی بھی ہو جایا کرتا تھا کہ ایک ہی رات میں سب کے ہاں سو جاتے۔ راوی جس بات کا معنی شاہد ہے وہ صرف یہی ہے کہ آپ ہر ایک کے ہاں گئے سب بیویوں کے ہاں جلنے سے یہ لازم نہیں آجاتا کہ لامحالہ سب کے ساتھ ہم بستری بھی کی جائے۔ یہ راوی کا اپنا قیاس ہے جب تشریف لے گئے تو ہر ایک کے ساتھ مباشرت بھی کی ہوگی۔ راوی حضرت انسؓ ہیں اور ان کی عمر کو دیکھتے ہوئے ان کا ایسا قیاس کرنا کچھ زیادہ قابلِ توبہ نہیں معلوم ہوتا۔ وہ جب حضورؐ کی ملازمت میں داخل ہوئے ہیں تو ان کی عمر صرف دس سال کی تھی اور آپ کی وفات کے وقت وہ بیس سال کے تھے۔ اتنے کم عمر تو جو ان کا قیاس ایسے معاملات میں چنداں لائقِ اعتبار نہیں ہو سکتا۔ نوجوان لڑکے جب کسی شوہر کو بیوی کے پاس جاتے دیکھتے ہیں تو ان کا ذہن خواہ مخواہ مباشرت کی طرف متقل ہو جاتا ہے وہ اس بات کا اندازہ نہیں کر سکتے کہ ایک سن رسیدہ آدمی کا تعلق اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت ہی کا تعلق نہیں ہوتا۔ یہی وہ بات جو حضرت انسؓ نے فرمائی ہے کہ آپ کو تیس یا چالیس مردوں کی طاقت عطا کی گئی تھی تو وہ نہ حضورؐ کا کوئی قول ہے نہ کوئی مستند بات، حضرت انسؓ خود فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں ایسا کہا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ اس وقت نوجوان تھے اور اپنے ہم عمر دوستوں ہی میں اس قسم کی گفتگو کرتے ہوں گے۔ عبدالمعنفوان شباب میں عموماً لوگ رجولیت کی نیابتی کو خاص اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پھر حضرت انسؓ تو اس زمانہ کی عربی سوسائٹی کے ایک نوجوان تھے جس میں رجولیت کی زیادتی انسانیت کا ایک قابلِ فخر جوہر سمجھی جاتی تھی۔ انہوں نے اپنے محبوب آقا میں جس کی غیر معمولی شخصیت سے وہ بے حد مدعوب بھی تھے اس فخر کے قابلِ حیر کا ادا کیا تو یہ بالکل ایک امر فطری ہے۔ بڑے آدمیوں کے ساتھ

ہمیشہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے کہ جو لوگ ان کی غیر معمولی شخصیتوں سے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں وہ ان کی ذات میں فوق البشری طاقتوں کے معتقد ہو جاتے ہیں مگر ایسے معتقد اس قابل نہیں ہوتے کہ ان کو حجت بنا کر ان پر استدلال کی جائز کمزوری کی جائے۔ ”حضرت انسؓ نے تو صرف اسی قدر کہا کہ حضورؐ کو ۳۰ یا ۴۰ مردوں کی طاقت عطا کی گئی تھی۔ اس سے کہیں زیادہ بڑھ

کہ بعض دوسری روایتوں میں جن کو ابو نعیم اور احمد اور نسائی اور حاکم نے نقل کیا ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ چالیس مرد جن کی قوت حضورؐ کو عنایت کی گئی تھی دنیا کے نہیں بلکہ جنت کے مرد ہیں اور جنت کے ہر مرد کو دنیا کے سو مردوں کے برابر قوت حاصل ہوگی اس طرح چالیس کو سو سے ضرب دے کر حساب لگا لیا کہ حضورؐ میں چار ہزار مردوں کی قوت تھی۔ یہ سب باتیں خوش عقیدگی پر مبنی ہیں اور ایسے لوگوں نے کہی ہیں جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت سے کمال درجہ متاثر ہو کر آپ کے اندر ایسی تمام فوق البشری طاقتوں کا اعتقاد رکھتے تھے جن کو نیک نبی کے ساتھ وہ فخر کے قابل سمجھتے تھے انہی باتوں کو ہمارے زمانہ کے ایک فاضل بزرگ نے جن کے علم و فضل اور تقویٰ کا پورا احترام ہمارے دل میں ہے اپنے ایک مضمون میں نقل کر دیا اور استدلال کی عمارت اس طرح قائم کی کہ حضورؐ کی وہ صلی اللہ علیہ وسلم ۳ ہزار مردوں کی طاقت رکھتے تھے اور اس طرح ۱۶ ہزار بیویاں رکھ سکتے تھے۔ مگر آپ نے صرت گیارہ بیویوں پر قناعت فرمائی۔ یہ بات اگرچہ حسن عقیدت کے رنگ میں کہی گئی تھی، لیکن ایسی بات خواہ کسی کے قلم سے اور کسی نیت سے نکلے بہر حال ہم یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ اللہ کے نبی کی قوت باہ کا حساب لگانا مذاق سلیم پر بھی بار ہے کہا کہ اس کو دشمنان اسلام اور مشنیکان اور مذہبین کے مقابلہ میں محبت کے طور پر لایا جائے اور ان کے سامنے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو کنیا جی اور ہندو دیوتاؤں کے رنگ میں پیش کر کے یہ امید کی جائے کہ اس قسم کی باتوں سے ان کے دلوں میں نور ایمان پیدا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت ازدواج پر مخالفین کے اعتراضات کی تردید بہت سے قوی دلائل سے ہو سکتی تھی۔ ان سب کو چھوڑ کر یہ طرز استدلال اختیار کرنا یقیناً افسوسناک ہے، خصوصاً یہ نطفے میں جبکہ علماء کے دشمن ذرا ذرا سی لغزشوں پر بات چیت کا بتنگڑ بناتے ہیں اور علماء سے گزر کر خود علوم دینی پر حملے کرنے لگتے ہیں۔“

(تفہیمات طبع چہارم بعد نظر ثانی ۱۹۴۷ء ص ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۸)

نوٹ: فاضل بزرگ سے مراد محکم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ذات گرامی ہے۔ علاوہ بریں حضرت عسود شیر احمد عثمانیؒ نے بھی حضرت انسؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ سورہ احزاب آیت نمبر ۵۰ کی تفسیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر جو کچھ اس مقرر نوٹ میں لکھا گیا ہے اس سے ایک مسلمان کا دل عظمت و شوق سے سرشار ہو جاتا ہے۔ اس میں بہترین نے لیے ایک دندان شکن جواب ہے، مگر افسوس کہ ایک گور باطن کو اس طرز میں کنیا جی اور ہندو دیوتاؤں کا رنگ معلوم ہوتا ہے۔

۱۰ : صحابہ کرامؓ پر چور دروازہ سے طعن — (مودودی)

”ان سب سے عجیب بات یہ ہے کہ بسا اوقات صحابہ رضوان اللہ علیہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا اور وہ ایک دوسرے پر چوٹیں کر جاتے تھے۔ ابن عمرؓ نے سنا کہ ابو ہریرہؓ وتر کو ضروری نہیں سمجھتے تھے زمانے لگے۔ ابو ہریرہؓ جھوٹے ہیں“

”حضرت عائشہؓ نے ایک موقع پر انسؓ اور ابوسعید خدریؓ کے متعلق فرمایا کہ وہ حدیث رسول اللہ کو کیسے جانیں وہ تو اس زمانہ میں بچے تھے“

”حضرت حسنؓ علیؓ سے ایک مرتبہ شاہد و مشہود کے معنی پوچھے گئے انہوں نے اسکی تفسیر بیان کی، عرض کیا گیا کہ ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ ایسا اور ایسے کہتے ہیں۔ فرمایا دونوں جھوٹے ہیں“

”حضرت علیؓ نے ایک موقع پر مغیرہ بن شعبہ کو جھوٹا قرار دیا۔ عبادہ بن صامت نے ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے مسعود بن اوس انصاریؓ پر جھوٹ کا الزام لگا دیا حالانکہ وہ بدری صحابہ میں سے ہیں“

(تفہیمات طبع چہارم بعد نظر ثانی ص ۲۹۴)

۱۱ : اللہ کی اطاعت بغیر اطاعت رسولؐ کفر ہے — (حضرت مجدد العثمانیؒ)

۱۲ : رسول اللہؐ کی اطاعت بغیر اطاعت صحابہؓ باطل ہے — (حضرت مجدد العثمانیؒ)

۱۳ : صحابہؓ پر طعن در اصل رسول اللہؐ پر طعن ہے — (حضرت مجدد العثمانیؒ)

۱۴ : جس نے صحابہؓ کی تعظیم نہیں کی وہ حضورؐ پر ایمان نہیں لایا — (حضرت مجدد العثمانیؒ)

”تتمت فرقوں میں سے ہر ایک شریعت کی تابعداری کا دعویٰ ہے اور اپنی نجات کا دعویٰ کرتا ہے۔ مگر حیدر پسا لَیْذِهِمْ فِیْ سَحَابٍ۔ ان کے حال کے شامل ہے، لیکن وہ دلیل جو پیغمبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان متعدد فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجیہ کی تیز کر کے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے : اَلَّذِیْنَ هُمْ مَا نَا عَلَیْہِمْ وَ اَصْحَابِی یعنی وہ ایک فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں جو اس طریق پر ہیں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب میں۔ اصحابؓ کا ذکر صائب الشریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے کافی ہونے کے باوجود اس مقام میں اسی واسطے ہو سکتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ میرا طریق بعینہ اصحابؓ کا طریق ہے اور نجات کا راستہ صرف اُن کے طریق کے اتباع سے وابستہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وَمَنْ یُطِيعِ اَمْرَی فَقَدْ اطاعَ اللہَ پس رسولؐ کی اطاعت میں حق تعالیٰ کی اطاعت ہے اور ان کی مخالفت بعینہ حق تعالیٰ کی نافرمانی ہے جن

لوگوں نے خدائے تعالیٰ کی اطاعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے برخلاف تصور کیا ہے حق تعالیٰ نے اُن کے حال کی خبر دی ہے اور اُن پر کفر کا حکم لگایا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

يُؤَيِّدُونَنَا اِنْ يَصْدُرْ قَوْلَانِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ قَوْلَانِ
وَمُؤْمِنٌ بَعْضٌ وَكَافِرٌ بَعْضٌ وَيُؤَيِّدُونَنَا
يَتَّخِذُوا بَيْنَهُمَا سَبِيلًا اُولَٰئِكَ هُمُ
الْكَاذِبُونَ حَقًّا۔

اور ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ اور رسول کے درمیان فرق ڈالیں اور کہتے ہیں کہ بعض کے ساتھ ہم ایمان لاتے ہیں اور بعض سے ہم انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان راستہ اختیار کر لیں۔ یہی لوگ کچے کافر ہیں۔

پس مذکورہ بالا صورت میں اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع کے طریق اور تابعداری کے برخلاف حضور کی تابعداری کا دعویٰ کرنا باطل اور جھوٹا ہے بلکہ حقیقت میں وہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میں نافرمانی ہے۔ پس اس مخالف طریق میں نجات کی کیا مجال ہے۔ وَيَتَّخِذُونَ اَسْبَابًا عَلَىٰ شَيْءٍ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْكَافِرُونَ۔ اور گمان کرتے ہیں یہ کہ وہ اوپر کسی چیز کے ہیں، جنہاں ہو تحقیق وہی ہیں جھوٹے، اُن کے حال کے موافق ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ فرقہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی تابعداری کو لازم پکڑا ہے۔ اہل سنت و جماعت ہی ہیں۔ خدائے تعالیٰ اُن کی کوشش کو شکستہ فرمائے، اور اصحاب کے حق میں طعن کرنا درحقیقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو طعن لگانا ہے۔ مَا آمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ يُؤَيِّدُوْا اَصْحَابًا (جس نے اصحاب کی عزت اور تعظیم نہیں کی وہ رسول اللہ پر ایمان نہیں لایا) کیونکہ صحابہ سے حد حضور کے سہ تک نوبت پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بڑے اعتقاد سے بچائے، اور نیز جو احکام قرآن و حدیث سے ہم تک پہنچے ہیں وہ انہی کے نقل کے وسیلہ سے ہیں۔ جب وہ مطعون ہوں گے تو ان کی نقل بھی مطعون ہوگی کیونکہ یہ نقل ایسی نہیں کہ بعض کے سوا بعض کے ساتھ مخصوص ہو۔ بلکہ سب کے سب عدل اور صدق اور تبلیغ میں برابر ہیں۔ پس ان میں سے کسی ایک کا طعن دین کے طعن کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے اور اگر طعن لگانے والے یہ کہیں کہ ہم سبھی اصحاب کی متابعت کرتے ہیں، یہ لازم نہیں کہ ہم سب اصحاب کے تابع ہوں بلکہ اُن کی راؤں کے متفاد ہونے اور مذہبوں کے اختلاف کے باعث سب کی تابعداری ممکن نہیں، تو اس کا جواب ہم کہتے ہیں کہ بعض کی متابعت اُس وقت فائدہ مند ہو سکتی ہے جبکہ بعض کا انکار اس کے ساتھ شامل نہ ہو۔ ورنہ بعض کا انکار کرنے سے بعض کی متابعت ثابت نہیں ہوتی۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور ان کے اعتراض کا جواب ذرا صاف طور پر کہتے ہیں کہ تمام اصحاب کی متابعت دین کے اصول میں لازم ہے اور ہرگز اصول میں اختلاف نہیں رکھتے۔ اگر اختلاف ہے تو فروع میں ہے اور جو شخص ان میں سے بعض کو طعن کرتا ہے وہ سب کی متابعت سے محروم ہے، ہر چند اُن کا کلام متفق ہے مگر دین کے ہر گز

کے انکار کی بدیہتی اختلاف میں ڈال دیتی ہے اور اتفاق سے باہر نکال دیتی ہے بلکہ قائل کا انکار اس کے اقوال کے انکار تک پہنچا دیتا ہے اور نیز شریعت کے پہچانے والے سب اصحاب ہی میں سے ہے کہ ذکر ہو چکا ہے کیونکہ سب کے سب اصحاب عادل تھے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ شریعت ہم تک پہنچائی ہے اور ایسے ہی قرآن بھی ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لے کر جمع کیا گیا ہے پس بعض کا انکار کرنا گویا اس کی تبلیغ سے بھی انکار کرنا ہے۔ پس تمام شریعت کا انکار منکر کے مادہ میں ثابت ہے پھر کس طرح نجات اور خلاصی کی امید ہے؟

امام شافعیؒ نے فرمایا ہے۔ يَلْتَكُ دَمًا هَلْ هَدَّ اللَّهُ عَنْهَا آيِدِيَنَا فَلَنْ نَطْهَرَ عَنْهَا اَلْسِنَتَنَا۔ یہ ایسے خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا پس اپنی زبانوں کو ہم پاک رکھتے۔۔۔ (مکتوب ۵۵ دفتر اول مکتوبات امام ربانیؒ)

۱۵: صحابہ کرامؓ ستاروں کی مانند ہیں (صحف مجدو الف ثانی) اہل بیت کشتی نوح کی طرح ہیں (الحدیث)

”بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحابؓ کو ستاروں کی مانند فرمایا: (وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَمُّونَ) اور ستاروں سے وہ راہ پاتے ہیں، اور اہل بیت کشتی نوح کی طرح۔ پس میں اشارہ ہے کہ کشتی کے سوار کے لیے ستاروں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے تاکہ وہ ہلاک ہونے سے بچ جائے اور ستاروں کی رعایت کے بغیر نجات بالکل محال ہے۔ اور اس بات کو اچھی طرح معلوم کریں کہ بعض کا انکار کرنا سب کے انکار کو مستلزم ہے کیونکہ حضرت خیر البشرؐ کی محبت کی فضیلت میں سب صحابہؓ مشترک ہیں اور محبت کی فضیلت تمام فضیلتوں اور کمالوں سے بڑھ کر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اویس قرنیؓ جو تمام تابعین میں سے اچھا ہے ایک نئی صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچا ہے۔ پس محبت کی فضیلت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی ہوگی۔ اُن کا ایمان محبت اور نذول وحی کی برکت سے شہودی ہو گیا تھا اور صحابہؓ کے بعد کسی کو اس درجہ کا ایمان نصیب نہیں ہوا اور اعمال میں پرترتیب ہوتے ہیں اور اُن کا عمل ایمان کے کمال کے موافق ہے۔“

”اور جو کچھ ان کے درمیان لڑائی جھگڑے واقع ہوئے ہیں سب بہتر حکمتوں اور نیک گمانوں پر محمول ہیں۔ وہ حرمس و ہوا اور جمالت سے نہ تھے بلکہ وہ اجتہاد کی رُود سے تھے اور اگر اُن میں سے کسی نے اجتہاد میں خطا کی ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک خطا کار کے لیے بھی ایک درجہ ہے۔ اور یہی افراط و تفریط کے درمیان سیدھا راستہ ہے جس کو اہلسنت و جماعت نے اختیار کیا ہے اور یہی بچاؤ والا اور سیدھا راستہ ہے۔“ (مکتوب ۵۵۔ دفتر اول)

۱۶ : حضرت وحشی حضرت اویس قرنیؓ سے کئی درجہ افضل ہے

”صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی ہی صحبت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے کہ امت کے اولیاء کو نہایت النہایت میں بھی اس کمال سے نفوذ و ساحقہ بمثل کامل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حمزہؓ کا قاتل وحشی جوابدہ اسلام میں ایک ہی مرتبہ سید الاولین و آخرین کی صحبت سے مشرف ہوا، اویس قرنیؓ سے جو خیر القایین ہے افضل ہے۔ جو کچھ وحشی کو حضورؐ کی پہلی ہی صحبت میں حاصل ہوا، اویس قرنیؓ کو وہ خصوصیت انتہا میں بھی میسر نہ ہوئی۔ اسی واسطے سب زمانوں میں سے بہتر زمانہ اصحابؓ کا ہے اور کثرت کے لفظ نے دوسروں کو پیچھے ڈال دیا اور درجہ کے بعد کی طرف اشارہ کیا۔

ایک شخص نے عبد اللہ بن مبارکؓ سے پوچھا کہ معاویہؓ افضل ہے یا عمر بن عبد العزیزؓ تو اُس نے جواب دیا کہ وہ غبار جو حضورؐ کے ساتھ جہاد میں معاویہؓ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا وہ عمر بن عبد العزیزؓ سے کئی درجہ بہتر ہے۔“ (مکتوب ۶۶ - دفتر اول مکتوبات امام ربانیؒ)

۱۷ : حضرت عثمانؓ اور صحابہ کرامؓ پر طعن کرنے والا زندقہ و طحیہ ہے (مجدد الف ثانیؒ) اگر حضرت عثمانؓ مطعون ہیں تو قرآن بھی مطعون ہے (مجدد الف ثانیؒ)

”یقینی طور پر تصور فرمائیں کہ زندقہ اور لمحہ کی صحبت کا فساد کا فری صحبت کے فساد سے زیادہ تر ہے اور تمام گمراہ فرقوں میں بدتر اس گروہ کے لوگ ہیں جو پیغمبرؐ کے اصحابؓ کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ان کا نام نکال دیتا ہے۔ لِيُغَيِّظَ بِهٖمُ الْكُفَّارَ۔ قرآن اور شریعت کی تبلیغ اصحابؓ ہی نے کی ہے اور اگر ان پر طعن لگائیں تو قرآن اور شریعت پر طعن آتا ہے۔ قرآن کو حضرت عثمانؓ نے جمع کیا ہے۔ اگر حضرت عثمانؓ مطعون ہیں تو قرآن مجید بھی مطعون ہے۔ حق تعالیٰ ان زندقوں کے ایسے بُرے اعتقاد سے بچائے۔ منافقت اور جھگڑے جو اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان واقع ہوئے ہیں نفسانی خواہشات پر معمول نہیں ہیں۔ کیونکہ غیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ان کے نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا اور آثارہ پرن آزاد ہو چکا تھا۔ اس قدر جانتا ہوں کہ حضرت امینؓ اس بارہ میں حق پر تھے اور ان کے مخالفت خطا پر لیکن یہ خطا اجتہادی ہے جو قسم کی حد تک نہیں پہنچاتی بلکہ اس قسم کی خطا میں ملامت کی بھی مجال نہیں کیونکہ ایسی خطا کرنے والے کو بھی ایک درجہ ثواب کا حاصل ہے۔“ (مکتوب ۵۴ - دفتر اول - مکتوبات امام ربانیؒ)

۱۸ : صحابہ کرامؓ کے معاملات میں گفتگو فضول ہے (مجدد الف ثانی)

”لیکن اصحاب کا زمانہ سب سے بہتر ہے۔ اس کی نسبت گفتگو کرنا فضول ہے۔ سابق سابق ہی میں اور جنت نعیم میں مقرب ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ دوسروں کا پہاڑ بکنا سونا خرچ کرنا ان کے ایک نڈ جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہے۔“ **وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَّشَاءُ** (مکتوب ۲۰۹، صفحہ ۲۲۴، دفتر اول مکتوبات امام اہل بیتؑ)

۱۹ : علی کے ساتھ حق گھوم گیا بدر علی گھوئے (الحديث)

”پس حق نام ہی اس چیز کا ہے جو اس شخص کے سینے میں پمک اُٹھے جس کا مطلب یہی ہے کہ حق کا وہ تابع نہیں ہوتا بلکہ حق اس کا تابع ہوتا ہے جو حدیث میں بھی دیکھو کہ یہ نہیں کہا گیا کہ وہ حق کے ساتھ گھومتا ہے بلکہ فرمایا گیا ہے کہ حق ہی اس کے ساتھ گھومتا ہے۔“
داس الحق مع علی حیث داس — علی کے ساتھ حق گھوم گیا بدر علی گھوئے (الحديث)
(عبقات صفحہ ۳۹۲ — حضرت اسماعیل شہیدؑ)

۲۰ : دین کی اصل خلافت راشدہ ہے (شاہ ولی اللہ صاحب)

جو شخص اس صل کو توڑتا ہے وہ فی الحقیقت تمام علوم دینیہ کو مٹاتا ہے

”کہتا ہے فقیر حقیر ولی اللہ معنی عند کہ اس زمانے میں بدعت تشیع آشکار ہو گئی ہے اور عام لوگوں کے دل ان شبہات سے متاثر ہو گئے ہیں اور اس ملک کے اکثر لوگ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے خلافت کے ثبوت میں شک کرنے لگے ہیں، لہذا توفیق الہی کی روشنی نے اس بندہ ضعیف کے دل میں ایک علم پیدا کیا جس سے یقین کے ساتھ معلوم ہوا کہ خلافت ان بندگان کی ایک اصل ہے اصول دین سے۔ جب تک لوگ اس اصل کو مضبوط نہ پکڑیں گے کوئی مسئلہ مسائل شریعت سے مضبوط نہ ہوگا، کیونکہ اکثر احکام جو قرآن عظیم میں مذکور ہیں بھل میں بغیر تفسیر سلف صالح کے ان احکام کا حل نہیں ہو سکتا اور اکثر حدیثیں خبر واحد میں مشرح کی محتاج ہیں بغیر اس کے کہ سلف کی ایک جماعت ان کو روایت کئے اور مجتہدین ان سے استنباط کریں قابل تسک نہیں ہو سکتیں اور نہ بدول ان بزرگوں کی کوشش کے متعارض حدیثوں میں تطبیق کی کوئی صورت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح تمام فنون دینیہ مثل قرأت وتفسیر و عقائد و سلوک کے بغیر اقوال ان بزرگوں کے کسی اصل پر قائم نہیں رہ سکتے اور سلف صالحین نے ان امور میں خلفائے راشدین ہی کی پیروی کی ہے اور ان کے دامن کو مضبوط پکڑا ہے۔ قرآن کا جمع ہونا اور قرأت شاذہ سے قرأت متواترہ کا امتیاز یا نا غلطی یا غلطی

ہی کی کوشش پر مبنی ہے اور عمدہ قضاء کے فرائض اور حدود اور احکام فقہ وغیرہ ان ہی خلفاء کی تحقیق پر مشتمل ہیں (لہذا جو شخص اس اصل کے توڑنے کی کوشش کرتا ہے وہ فی الحقیقت تمام فنون دینیہ کو مٹانا چاہتا ہے اور نیز اسی علم سے معلوم ہوا کہ حدیث السنن و الآثار و تبارک و تعالیٰ نے جس طرح ازل الازل میں شریعت کی تمام باتوں کو پہلے کلام فہمی کے مرتبہ میں معین و مقرر کیا تو اسی مرتبہ کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے (ترجمہ) ہمینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک بارگاہ ہے کتاب اللہ میں جس دن اُس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا۔ ان (بارگاہ ہمینوں) میں سے چار پہلے حرمت والے ہیں (یعنی ان میں غول ریزی وغیرہ کی ممانعت نہایت شدید ہے) کچھ اس کے بعد غیر صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر کبھی اجمالاً اور کبھی تفصیلاً نازل کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی صراحتاً اور کبھی اشارۃً ان تمام شرائع کو بیان فرمادیا یہاں تک کہ جو مقصود حق تعالیٰ کا تھا ظاہر ہو گیا اور اللہ کی محبت قائم ہو گئی اور ان تمام باتوں پر اعتقاد دلانے اور عمل کرنے کے لیے بندوں کا مکلف ہونا واضح ہو گیا۔ اسی طرح خلفائے راشدین کی خلافت پہلے کلام فہمی میں مقرر ہوئی اور قرآن عظیم میں اجمالاً نازل ہوئی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر کبھی بطور رویا (یعنی خواب کے) اور کبھی صحابہ کے خوابوں کی تعبیر میں بطور فراست کے اس اجمال کی تفصیل ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً اور اشارۃً اس شریف علم (یعنی حقیقت خلفائے راشدین) کی خبر دے دی یہاں تک کہ ان بزرگوں کی خلافت پر اعتقاد دلانے اور عمل کرنے کے لیے بندوں کا مکلف ہونا محقق ہو گیا اور امر (خلافت) سے پردہ اٹھ گیا اور قرآن اول کے لوگوں (یعنی صحابہ) نے اسی کی منشا پر جان و دل سے عمل کیا۔

(ازالۃ الغف بجلد اول دیاچہ - سبب تالیف، ص ۹-۱۰)

۲۱ : حضرت عثمان کی شان میں گستاخی کرنے والا علوم قرآن سے محروم ہے (مولانا محمد تقی عثمانی)

جو شاگرد استاد کی حدیثیں گستاخ ہوتا ہے عادت الہیوں جاری ہے کہ علم سے بہرہ ور نہیں ہوتا۔ وجہ اس کی شاید یہ ہو کہ شکر پر وعدہ مزید نعمت ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے لَعَنَ شُكْرُكُمْ لَآ يَزِيدُكُمْ شُكْرًا - یعنی اگر شکر کرو گے تو البتہ تم اور زیادہ دیں گے۔ تو اس صورت میں شہادت عقل کفران پر زوال نعمت منقطع ہو نہ چاہیے۔ اور حدیث میں ہے۔ من بعد یسکر الناس یعنی جو کوئی آدمیوں کا شکر نہ کرے گا وہ اللہ کا بھی شکر نہ کرے گا، اور ظاہر ہے کہ ہر چند منعم صلی اللہ علیہ وسلم پر دولت علم بواسطہ استاد ہی حاصل ہوتی ہے اور نعمت عظمیٰ کلام اللہ کے استاد حضرت صحابہؓ ہیں جن میں سے خلیفہ اول اور ثالث کو تو بوجہ تالیف مصنف مجازی کہنے تو بجا ہے پھر ایسے گستاخوں کو (مودودی و اشولما) یہ نعمت علمی عطا ہو تو کیونکر؟

(جدیتہ الشیعہ ص، ۱۶)

باب (۵)

احادیث کے متعلق

۱: احادیث سے علم الیقین حاصل نہیں ہو سکتا (مودودی)

”مجرد احادیث پر ایسی کسی چیز کی بناء نہیں رکھی جاسکتی جسے مدار کفر و ایمان قرار دیا جائے۔ احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچی آتی ہیں جس سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ گمانِ صحت ہے نہ علم الیقین“
(ترجمان القرآن مارچ اپریل، مئی، جون ۱۹۴۵ء)

۲: احادیث پر اور روایان احادیث پر کبھی اعتماد نہیں کیا جاسکتا (مودودی)

”کتابت ان پر اعتماد کرنا کہاں درست ہے بہر حال تھے تو انسان ہی۔ انسانی علم کی جو حدیں فطرۃ اللہ نے مقرر کر رکھی ان سے آگے تو وہ نہیں جاسکتے انسانی کاموں میں جو نقص فطری طور پر رہ جاتا ہے۔ اس سے تو ان کے کام محفوظ نہ تھے۔“

(تفہیمات جلد اول ص ۳۱۹)

۳: سند کی صحت حدیث کی صحت پر لازمی دلیل نہیں ہے (مودودی)

”آپ کے نزدیک ہر اس روایت کو حدیث رسول مان لینا ضروری ہے جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں، لیکن ہم سند کی صحت کو حدیث کی صحت کی دلیل لازمی نہیں سمجھتے۔ ہمارے نزدیک سند کی حدیث کی صحت معلوم کرنے کا واحد ذریعہ نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہم یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ متن پر غور کیا جائے قرآن و حدیث کے مجموعی علم سے دین کا جو مفہوم ہمیں حاصل ہوتا ہے اس کا لحاظ بھی کیا جائے۔“

(رسائل مسائل جلد اول ص ۲۹۰)

۴ : بخاری شریف پر حملہ (مودودی)

یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے کہ بخاری میں جتنی احادیث درج ہیں ان کے مضامین کو بھی جوں کا توں بلا تنقید قبول کرنا چاہیے کسی روایت کے مندرجہ صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا نفس مضمون بھی ہر لحاظ سے صحیح اور جوں کا توں قابل قبول ہو۔

ترجمان القرآن بابت اکتوبر نومبر ۱۳۵۲ء ص ۱۱۳-۱۱۴

۵ : سند صحیح تو حدیث پر کھنے کا معیار نہیں ہے

البتہ ذوق احادیث پر کھنے کا معیار ہو سکتا ہے (مودودی)

” جس شخص کو اللہ تعالیٰ افقہ کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے اس کے اندر قرآن اور سیرت رسول کے غائر مطالعہ سے ایک خاص ذوق پیدا ہو جاتا ہے جس کی کیفیت بالکل ایسی ہے جیسے ایک کپڑے جوہری کی بھیرت کہ وہ جو اس کی نازک سے نازک خصوصیات تک کو پرکھ لیتی ہے اس کی نظر یکبشیت مجموعی شریعت حقہ کے پورے سسٹم پر پرتی ہے اور وہ اس سسٹم کی طبیعت کو پہچان جاتا ہے اس کے سبب جزئیات اس کے سامنے آتے ہیں تو اس کا ذوق اس کو بتا دیتا ہے کہ کوئی چیز اسلام کے مزاج اور اس کی طبیعت سے مناسبت رکھتی ہے اور کوئی نہیں رکھتی روایات پر جب وہ نظر ڈالتا ہے تو ان میں بھی کسی کوئی رد و قبول کا معیار بن جاتی ہے اسلام کا مزاج عین ذات نبوی کا مزاج ہے جو شخص اسلام کے مزاج کو سمجھتا ہے اور جس نے کثرت سے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کا گہرا مطالعہ کیا ہوتا ہے وہ نبی اکرم کا ایسا مزاج شناس ہو جاتا ہے کہ روایات کو دیکھ کر خود بخود اس کی بھیرت اُسے بتا دیتی ہے کہ ان میں سے کونسا فعلی میرے سرکار کا ہو سکتا ہے اور کوئی چیز سنت نبوی سے اقرب ہے۔ (تفہیمات ص ۲۹۵)

۶ : اسما الرجال میں کوئی چیز ہے جس میں غلطی کا امکان نہ ہو (مودودی)

ان تمام احادیث سے رفاۃ کی جانچ پڑتال کر کے محدثین کرام نے اسمائے رجال کا عظیم الشان ذخیرہ فراہم کیا جو بلاشبہ نہایت بیش قیمت ہے۔ مگر ان میں کوئی چیز ہے جس میں غلطی کا امکان نہ ہو۔ (تفہیمات جلد اول ص ۲۹۱)

۷ : اسناد اور اسماء الرجال پر کئی اعتماد نہیں کیا جاسکتا (مودودی)

یہ اور ایسے ہی بہت سے امور میں جن کی بنا پر اسناد اور جرح و تعدیل کے علم کو کلیۃً صحیح نہیں سمجھا جاسکتا یہ مواد اس حد تک قابل اعتماد ضرور ہے کہ سنت نبویؐ اور آثار صحابہ کی تحقیق میں اس سے مدد لی جائے اور اس کا مناسب لحاظ کیا جائے مگر اس قابل نہیں کہ اسی پر کئی اعتماد کر لیا جائے۔
(فتاویٰ جلد اول ص ۲۹۷)

۸ : قادیانی (لاہوری گروپ) کے بارے میں مودودی صاحب کا عقیدہ

فون ۲۵۰۷	جماعت اسلامی پاکستان
حوالہ ۲۲۹	۵-۱ سے ذیلدار پارک
تاریخ ۲۸-۱-۲۹	اچھرہ - لاہور

محرمی و کمری السلام علیکم ورحمۃ اللہ
آپ کا خط ملا۔ مرزا ٹول کی لاہوری جماعت کفر و اسلام کے درمیان مطلق ہے۔ یہ تو نہ ایک مدعی نبوت سے بالکل برأت ظاہر کرتی ہے کہ اس کے افراد کو مسلمان قرار دیا جاسکے نہ اس کی نبوت کا صاف اقرار کرتی ہے کہ اس کی تکفیر کی جاسکے۔
خاکسار

یہ جواب میری ہدایت کے مطابق ہے
ابوالاعلیٰ
غلام علی معاون خصوصی
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

باب (۶)

ایمان اور عمل

۱: جو نماز نہ پڑھے اور زکوٰۃ نہ دے وہ مسلمان نہیں (مودودی)

آج کے خطبے میں میرا مقصد آپ کو صرف یہ بتانا تھا کہ نماز اور زکوٰۃ کا اسلام میں کیا درجہ ہے بہت سے مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے مولوی ان کو رات دن یہ اطمینان دلاتے ہیں کہ نماز نہ پڑھ کر اور زکوٰۃ نہ دے کر بھی وہ مسلمان رہتے ہیں مگر قرآن اس کی صاف الفاظ میں تردید کرتا ہے۔ قرآن کی رو سے کلمہ طیبہ کا اقرار بے معنی ہے اگر اس کے ثبوت میں نماز اور زکوٰۃ کا پابند نہ ہو ۛ

(خطبات ستمبر ۱۹۶۶ء ص ۲۳۷)

۲: حج نہ کرنے والے کو مسلمان سمجھنے والا قرآن سے جاہل ہے (مودودی)

”جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج کو ٹالتے رہتے ہیں اور ہزاروں مصروفیتوں کے بہانے کر کر کے سال بہ سال یوں ہی گزارتے چلے جاتے ہیں ان کو اپنے ایمان کی خیر منائی چاہیے، ربے وہ لوگ جن کو عمر بھر کبھی یہ خیال ہی نہیں آتا کہ حج بھی فرض ان کے ذمہ ہے دنیا بھر کے سفر کرتے پھرتے ہیں۔ کچھ یورپ کو آتے جاتے حجاز کے ساحل پر سے بھی گزر جاتے تھے جہاں سے مکہ صرف چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے اور پھر بھی حج کا ارادہ تک ان کے دل میں نہیں گزرتا ہے وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں۔ جھوٹ کہتے ہیں اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور قرآن سے جاہل ہے جو عمر بھر مسلمان سمجھا ہے۔“

(خطبات - ستر حواں ایڈیشن ستمبر ۱۹۶۶ء ص ۲۱۸)

۳: جو نماز اور زکوٰۃ کا پابند نہ ہو کلمہ طیبہ کا اقرار اس کے لئے بے معنی (مودودی)

”ربے وہ مسلمان جن کو عمر بھر کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ حج بھی کوئی فرض ان کے ذمہ ہے دنیا بھر کے سفر کرتے

پھرتے ہیں کچھ یورپ کو آتے جاتے جہاز کے ساحل پر سے بھی گزر جاتے ہیں جہاں سے مکہ صرف چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے اور پھر حج کا ارادہ تک ان کے دل میں نہیں گذرتا تو وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں جھوٹ کہتے ہیں اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور قرآن سے جاہل ہے جو ان کو مسلمان سمجھتا ہے ۛ
(خطبات ص ۱۸۶)

اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے بغیر نماز روزہ اور ایمان کی شہادت سب بیکار ہیں کسی چیز کا بھی اعتبار نہیں کیا جاسکتا ۛ

(خطبات ص ۱۲۷) اٹھارہ مکملہ جماعت اسلامی گوشہ محل حیدر آباد دکن

ۛ ان دو ارکان اسلام (نماز و روزہ) سے جو لوگ روگردانی کریں ان کا دعویٰ ایمان جھوٹا ہے ۛ

(خطبات ص ۱۳ زکوٰۃ)

ۛ قرآن کی رو سے کلمہ طیبہ کا اقرار ہی بے معنی ہے اگر آدمی اس کے ثبوت میں نماز اور زکوٰۃ کا پابند نہ ہو ۛ
(خطبات ص ۱۳۳)

۴: اعمال میں کوتاہی سے ایمان اور اسلام نازل نہیں ہوتا

اعمال کی کوتاہی سے فریق آتے ہے کفر نہیں آتا (شیخ الاسلام مولانا حسین احمد علیؒ)

تمام اہل سنت والجماعت مسلمان ہمیشہ سے اس امر پر متفق ہیں کہ جو شخص کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ صدق دل سے کہے اس کا ایمان اجمالی اور ایمان متحقق ہو جاتا ہے اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی تمام یقین باتوں (وحدانیت، رسالت، ملائکہ، کتابائے خدا و نبیہ، قیامت، تقدیر، ختم نبوت وغیرہ قطعیات) کو دل سے مان لے اور اقرار کر لے اس کا تفصیلی ایمان متحقق ہو جاتا ہے اور وہ مسلمان اور ملت اسلامیہ کا فرد بن جاتا ہے۔ اعمال میں کوتاہی سے ایمان و اسلام نازل نہیں ہوتا، اعمال ضروریہ کی کوتاہی سے صرف فشق آتا ہے کفر نہیں آتا۔ مل انکار امور ایمانیہ کا انکار و وجود پایا جائے تب بے شک استحقاق کفر ہوتا ہے۔ اعمال خواہ کسی درجہ کے ہوں ان کا ترک کرنے والا کافر نہیں ہوتا البتہ گمراہ فرقہ خوارج، معتزلہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ اعمال مرضیہ کے ترک کرنے سے یا کبیرہ گناہ کے مرتکب ہونے سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے۔ آج ہندوستان بھر میں مودودی صاحب اور ان کی جماعت بھی یہی عقیدہ رکھتی ہے اور اسی کی تعلیم یقین کرتی ہے مودودی کی تقریر سیاست پر غور فرمائیے پاکستان اور ہندوستان کے دو تمام سربراہ اور وہ مسلمان لیڈر جو کہ برسر اقتدار ہیں اور دور دور کے ممالک یورپ اور امریکہ وغیرہ کا سفر کرتے رہتے ہیں یا زمانہ سابق میں ان دور دراز

ممالک بالخصوص انگلستان کے سفر کر چکے ہیں اور نعمت حج و زیارت مدینہ منورہ سے فائز نہیں ہوئے، سرسید اور جسٹس محمود سے لے کر اس زمانہ کے جملہ اخص جن میں علامہ اقبال، قائد اعظم، نواب یاقوت علی خاں، مرزا غلام الدین وغیرہ بے شمار لیڈران قوم آتے ہیں، سب کے سب کو بیک قلم قلعی اور یقینی طور پر اسلام اور ایمان سے خاسق کر دیا گیا اور فوجی صادر کر دیا گیا کہ ان کا اپنے آپ کو مسلمان کہنا جھوٹ ہے۔ جو شخص بھی ان کو مسلمان کہے وہ قرآن سے جاہل ہے۔ اسی طرح وہ تمام اسلامیات کے دعویدار جو زکوٰۃ نہیں دیتے یا نماز نہیں پڑھتے یا روزہ نہیں رکھتے ان کا دعویٰ ایمان جھوٹا ہے۔ ان کا کلمہ طیبہ پڑھنا بے معنی اور ان کے ایمان کی شہادت غیر معتبر اور بے کار ہے چونکہ ایمان اور کفر میں کوئی واسطہ نہیں ایک کے زوال سے دوسرے کا آجانا یقینی ہے۔ اس لیے جب ان لوگوں کو ایمان اور اسلام سے قطعی طور پر نکال دیا گیا تو قطعی طور پر کفر میں بھی داخل کر دیا گیا۔ اس طرح کی عمومی تکفیر صرف مودودی صاحب اور ان کی جماعت یا خوارج کے سوا کلمہ گویان امت محمدیہ کی کس نے کی اور کب کی گئی؟ بیشک ایسے لوگ فرائض کے تارک گناہ گار مستحق عتاب ہیں ان کو جلد سے جلد توبہ کرنا اور اپنی بد اعمالیوں کو ترک کر دینا ضروری ہے ورنہ زندہ ہوں، اور خداوندی عذاب کے مستحق ہیں (اگر بلا توبہ مر گئے ہوں) مگر وہ دائرہ ایمان اور اسلام سے خارج نظر شرع میں نہیں کئے جاسکتے کلمہ لا الہ الا اللہ اور ایمان ضرور بالقرآن کو لے کر پہنچائے گا۔ اگرچہ بد اعمالیوں کی مزہ کے بعد ہی را اگر شفاعت یا دیگر وجہ رحمت سے مستفید نہ ہو سکے، مگر ایسے لوگ خلود فی النار سے محفوظ رہیں گے۔ وہ برابر بھی ایمان کا درجہ ان کے لیے خلود فی النار سے محافظ اور جنت کے دخول کا ذریعہ ہوگا۔ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کا یہ عقیدہ امت محمدیہ پر انتہائی ظلم اور خوارج کی طرح غلو فی الدین ہے۔

۵ : اعمال کو جزو ایمان قرار دیا

اس مقام پر جب یہ کہا گیا کہ اعمال اسلامیہ کو جزو ایمان بجز فرقہ ہائے ضالہ خوارج اور معتزلہ وغیرہ کسی ملے قرار نہیں دیا اور نہ یہ کہا کہ ان کے ترک سے ایمان سے خارج ہو جائے گا۔ جیسا کہ مودودی صاحب اور ان کے متبعین ارشاد فرماتے ہیں۔ یہ ان کا مسلک اہل سنت والجماعت کے مسلک کے بالکل خلاف اور احادیث صحیحہ اور آیات صریحہ کے بالکل منافی ہے توبہ جواب دیا جاتا ہے کہ اعمال کے جزو ایمان ہونے کے قائل تو تمام سلف محدثین اور شافعیہ اور اہل ظاہر وغیرہ ہیں چونکہ اہل سنت میں سے ہی ہیں مگر یہ جواب بالکل غلط اور دھوکا ہے۔ شافعیہ اور محدثین اعمال کو ایمان کا جزو مقوم نہیں کہتے کہ اس کے عدم سے انعدام ایمان اسی طرح ہو جائے جو کلمہ جزو کے انعدام سے کل کا انعدام ہو جاتا ہے۔ بلکہ جزو متمم اور مکمل کہتے ہیں اور ان کے انعدام سے کمال ایمانی معدوم ہو جاتا ہے نفس ایمان معدوم نہیں ہوتا جیسا کہ اجسام انسانہ کے دو قسم کے اجزاء ہیں بعض مکملہ ہیں جیسے انگلیاں

نک، کان، آنکھ، ہاتھ، پیر اور بعض مقومہ میں جیسے دل، دماغ، جگر وغیرہ اعضاءے رئیسہ پہلے قسم کے اعضاء کٹ جانے سے انسان مرنے نہیں ہے البتہ اس کے جسمانی کمال میں نقصان ہو جاتا ہے، برخلاف دوسری قسم کے اجزاء کے کہ اگر وہ باقی نہ رہیں تو انسان فنا ہو جاتا ہے۔ اس لیے تارک اعمال کی تکفیر نہیں کی جا سکتی خواہ وہ اعمال کتنی ہی عظیم الشان اہمیت رکھتے ہوں۔ امام بخاری فرماتے ہیں۔ *المعاصی من امر لیتا ھلیہ ولا یکفرھا جہا* بارتکابھا الا بالشرک الخ معاصی رسوم جاہلیہ میں سے ہیں (لیکن) عصاۃ کو جب تک کہ ان کی معصیت حد شرک میں نہ داخل ہو کہ مفسد نہ کہا جائے گا۔ *مکتوبات شیخ الاسلام جلد سوم مکتوب نمبر ۱۰۰۰*

باب

علماء اور مشائخ

۱: علماء اور مشائخ سب گمراہ ہیں (مودودی)

الف) ”اور یہی جہالت ہم ایک نہایت قلیل جماعت کے سوا مشرق سے لے کر مغرب تک مسلمانوں میں باقی دیکھ رہے ہیں خواہ ان پر کچھ عوام ہوں یا دستار بند علماء یا خرقہ پوش مشائخ یا کاجوؤں اور یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات ان سب کے خیالات اور طور طریقے ایک دوسرے سے بدرجہا مختلف ہیں مگر اسلام کی حقیقت اور اس کی روح سے ناواقف ہونے میں سب یکساں ہیں۔“

(تفہیمات ج ۱ ص ۲۶)

ب) ”سیاسی پیڑھوں یا علمائے دین و مفتیان شرع متین دونوں قسم کے رہنما اپنے نظریہ اور اپنی پالیسی کے لحاظ سے یکساں گم کردہ راہ ہیں دونوں راہ حق سے ہٹ کر تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔“

(سیاسی کش مکش ج ۳ ص ۷۷)

۲: تصوف چنپنیا بیگم ہے (مودودی)

”پہلی چیز جو محمد کو حضرت مجدد الف ثانی کے وقت سے شاہ صاحب اور ان کے خلفاء تک کے تجدیدی کاموں میں کشمکش ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے تصوف کے بارے میں مسلمانوں کی بیماری کا پورا اندازہ نہیں لگایا اور دانستہ ان کو پھر وہی غذا دیدی جس سے مکمل پرہیز کرنے کی ضرورت تھی۔“

نوٹ: اس وقت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علامہ شبیر احمد عثمانی مفتی کفایت اللہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تھے۔ علامہ بریلوی شیخ الحدیث مولانا ذکریا صاحب مولانا یوسف بزدی مفتی شیخ صاحب اور دیگر بڑے بڑے علماء موجود تھے۔

پس جس طرح پانی جیسی حلال چیز بھی اس وقت منوع ہو جاتی ہے جب وہ مریض کے لیے نقصان دہ ہو۔ اسی طرح یہ قالب بھی مباح ہونے کے باوجود اس بناء پر قطعی چھوڑ دینے کے قابل ہو گیا ہے کہ اس کے لباس میں مسلمانوں کو انہوں کا چسکا لگایا گیا ہے اور اس کے قریب جاتے ہی ان مریض مریضوں کو پھر وہی چھینا بیگم یاد آ جاتی ہے جو صدیوں ان کو تھیک تھیک کر سلائی رہی ہیں ۴

۳۔ سیاح شہید اور اہل شہید کی تحریک جہاد میں صوفیت کے جراثیم تھے (مودودی)

”مسلمانوں کے اس مریض سے نہ حضرت مجدد صاحبؒ ناواقف تھے نہ شاہ صاحبؒ دونوں کے کلام میں اس پر تنقید موجود ہے۔ مگر غالباً اس مریض کی شدت کا پورا اندازہ نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں بزرگوں نے ان بیماریوں کو پھر وہی غذا دی جو اس مریض میں ہمک ثابت ہو چکی تھی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ دونوں کا حلقہ پھر اسی پرانے مریض میں متاثر ہوتا چلا گیا۔ اگرچہ مولانا اسماعیل شہیدؒ نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ کر تھیک دہی روش اختیار کی جو ابن تیمیہ کی تھی لیکن شاہ ولی اللہ کے لٹریچر میں تو یہ مسلمان موجود ہی تھا کچھ اثر شاہ اسماعیل شہید کی تحریروں میں باقی رہا اور پیری مریض کی یہ سلسلہ بھی سید صاحب کی تحریک میں چل رہا تھا اس لیے مریض صوفیت کے جراثیم سے یہ تحریک پاک نہ رہ سکی۔ حتیٰ کہ سید صاحب کی شہادت کے بعد ہی ایک گروہ ان کے حلقہ میں ایسا پیدا ہو گیا جو شیعوں کی طرح ان کی غیومیت کا قائل ہوا اور اب تک ان کے نظریہ ثانی کا منظر ہے۔“

۴۔ اب تجدید و احیائے دین کیلئے مسلمانوں کو بزرگوں کے سلالہ اور ان کے طریقوں سے

اس طرح پر میرزہ کرائیں جس طرح ذیابیطس کے مریض کو ٹنکر سے پرہیز کر لیتے ہیں (مودودی)

”اب جس کسی کو تجدید دین کے لیے کوئی کام کرنا ہو اس کے لیے لازم ہے کہ مقصودین کی زبان اور اصطلاحات سے رموز و اشارات سے لباس و اطوار سے پیری مریض سے آدھر اس چیز سے جو اس کی طریقہ کی یاد تازہ کرنے والی ہو، مسلمانوں کو اس طرح پرہیز کرائے جیسے ذیابیطس کے مریض کو ٹنکر سے پرہیز کرایا جاتا ہے ۵

تجدید و احیائے دین - اشاعت ہشتم جون سلاکٹس ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵

۵۔ مشائخ کے معتقدین کا گروہ جاہلیت و شرک میں گرفتار ہے (مودودی)

”جاہلیت خالصہ کے بعد یہ دوسری قسم کی جاہلیت ہے جس میں انسان قدیم ترین زمانہ سے مبتلا ہوتا رہا ہے اور ہمیشہ گھٹیا درجہ کی دماغی حالت ہی ایسی یہ کیفیت رونما ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کے اثر سے

جہاں لوگ اللہ واحد قہار کی خدائی کے قابل ہو گئے وہاں سے خداؤں کی دوسری اقسام تو رخصت ہو گئیں، مگر انبیاء، اولیاء، شہداء، صالحین، مجاہدین، اقطاب، ابدال، علماء، مشائخ اور خلائع اللہ کی خدائی کا بھرپور بھی کسی نہ کسی طرح عقائد میں اپنی جگہ نکالتی ہی رہی۔ جاہل دماغوں نے مشرکین کے خداؤں کو چھوڑ کر ان نیک بندوں کو خدا بنا لیا جن کی ساری زندگیوں کی خدائی ختم کرنے اور صرف اللہ کی خدائی ثابت کرنے میں صرف ہوئی تھیں۔ ایک طرف مشرک کا وہ جو باپاٹ کی جگہ فاسقہ، زیارت، نیانہ، تہذیب، عرس، عید، چڑھائے، افشائے علم، تعزیرے اور اسی قسم کے دوسرے مذہبی اعمال کی ایک نئی شریعت تصنیف کر لی گئی۔ دوسری طرف بغیر کسی غوث علمی کے ان بزرگوں کی ولادت، وفات، ظہور، غیاب، کرامت، خوارق، انبیاءات و شریعت اور اللہ کے ہاں ان کے تقرب کی کیفیت کے متعلق ایک پوری میتھالوجی تیار ہو گئی جو بہت پرست مشرکین کی میتھالوجی سے ہر طرح لگا کھا سکتی ہے۔ تیسری طرف تو سول اور استمداد روحانی اور اکتساب فیض وغیرہ ناموں کے خوشنما پردوں میں وہ سب معاملات جو اللہ اور بندوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ ان بزرگوں سے منطوق ہو گئے اور عملاً وہی حالت قائم ہو گئی جو اللہ کے ماننے والے ان مشرکین کے ہاں جن کے نزدیک بادشاہ عالم انسان کی رسائی سے بہت دور ہے اور انسان کی زندگی سے حلق رکھنے والے تمام امور نیچے کے اہلکاروں ہی سے وابستہ ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ ان کے ہاں اہلکار علیہ السلام، دیوتا، اوتار یا ان اللہ کہلاتے ہیں اور یہ انہیں غوث، قطب، ابدال، اولیاء اور اہل اللہ وغیرہ الفاظ کے پردوں میں چھپاتے ہیں۔“

دعوتِ اہل حیات دیں۔ اشاعتِ ہشتم جون ۱۹۷۹ء

۶ : صوفیاء حضرات جاہلیتِ راہبانہ پھیلاتے رہے (مودودی)

”جب یہ راہبانہ فلسفہ اور اخلاق انسانی فطرت سے شکست کھا جاتا ہے تو کتابِ اہل کی تصنیف شروع ہو جاتی ہے۔ کہیں کفارہ کا عقیدہ ایجاد ہوتا ہے تاکہ دل بھڑکنا نہ کیا جاسکے اور جنت بھی ہاتھ سے نہ جائے کہیں ہوس رانی کے لیے عشقِ مجازی کا حیلہ نکالا جاتا ہے تاکہ دل کی لگی بجائی بجائی اور تقدس بھی جوں کا توں قائم رہے۔ اور کہیں ترک دینا کے پردے میں بادشاہوں اور رئیسوں سے ساتھ گانٹھ کی جاتی ہے اور روحانی مارت کا وہ حال پھیلا دیا جاتا ہے جس کی بدترین مثالیں روم کے پاپاؤں اور مشرقی چٹائے گدی نشینوں نے پیش کی ہیں۔“

”یہ تو جاہلیت کا معاملہ اپنی ہم جنس بہنوں کے ساتھ ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کی امتوں میں جب یہ گھس آتی ہے تو کچھ اور بھی گل کھلاتی ہے۔ خدا کے دین پر اس کی پہلی ضرب یہ ہوتی ہے کہ یہ دنیا کو دارالعمل

دارالامتحان، مزرعۃ الاخیرۃ کے بجائے دارالاعذاب اور مایا کے جال کی حیثیت سے آدمی کے سامنے پیش کرتی ہے۔ نقطہ غلط کے اس بنیادی تغیر کی وجہ سے آدمی یہ حقیقت بھول جاتا ہے کہ وہ اس دنیا میں نہ لگے خلیفہ کی حیثیت سے مامور ہے وہ یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ میں یہاں کام کرنے اور دنیا کے معاملات کو چلانے نہیں آیا ہوں بلکہ گندگی اور نجاست میں پھینکا گیا ہوں جس سے مجھے بچنا اور دور بھاگنا چاہیے، میرے لیے صحیح پوزیشن یہ ہے کہ میں یہاں نان کو اپریٹر کی طرح ہوں اور ذمہ داریوں کو قبول کرنے کی بجائے ان سے کنارہ کروں۔ اس تصور کے ساتھ آدمی دنیا اور اس کے معاملات پر سہمی ہوئی نگاہ ڈالنے لگتا ہے اور بار خلافت کو سنبھالنا تو درکنار بار تمدن کو بھی اپنے سر لیتا ہوا ڈرتا ہے اس کے لیے پورا نظام شریعت بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے عبادات اور آداب و فرائض کا یہ مفہوم بالکل ساقط ہو جاتا ہے کہ یہ حیات دنیا کی اصلاح اور فرائض خلافت کی انجام دہی کے لیے تیار کرنے والی چیزیں ہیں۔

برعکس آدمی یہ سمجھنے لگتا ہے کہ عبادات اور چند خاص مذہبی اعمال اس گناہ زندگی کی گفارہ ہیں۔ بس انہی کو پورے اہتمام سے ٹھیک ناپ تول کے ساتھ انجام دیتے رہنا چاہیے تاکہ آخرت میں نجات حاصل ہو۔ اس ذہنیت نے انبیاء کی امتوں میں سے ایک گروہ کو راقبہ و ملاحظہ چلے گئی اور ریاضت اور ادب و نوافل احزاب و اعمال، سیر مقامات اور حقیقت کی فلسفیانہ تعبیروں کے چکر میں ڈال دیا ہے اور مستجاب اور نوافل کے التزام میں فرائض سے بھی زیادہ مہمک کر کے خلافت الہیہ کے اس کام سے غافل کر دیا جس کو جاری کرنے کے لیے انبیاء علیہم السلام آئے تھے۔

(تجدید و احیائے دین، اشاعت ہشتم جون سنہ ۱۳۷۵ھ، ۲۶)

۶ : مشائخ عظام کا مقام بہت عالی ہے (حضرت اسماعیل شہیدؒ)

حضرت اسماعیل شہیدؒ فرماتے ہیں:

”خصوصاً صوفیہ صافیہ کے طبقہ کا ان لوگوں میں بڑا مقام عالی ہے، اس سلسلہ میں انہیں بالادستی کا امتیاز حاصل ہے، قوم کے شہسواروں میں ان بزرگوں کے حدود تک پہنچنے میں کوئی بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ خواہ جتنی بھی تدبیروں سے انہوں نے کام لیا ہو اور ہزار ہا ہزار قسم کے ساتھ میدان میں اترے ہوں یہ تو یہ ہے خبروں کے سننے کا جسے شوق ہو چلے ہے کہ ان ہی بزرگوں کی وہ خبریں سننے اور دوسروں کے نقش قدم پر چلتا ہوا وہ ان ہی کے نقش قدم پر چلنے کا کوشش کرے، کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے ہم نشین کبھی ناکام و نامراد نہیں ہوئے، اور ان کے وابستوں میں جو شریک ہو اس نے کبھی کوئی خطرہ

محسوس نہیں کیا کیونکہ اپنی ذمہ داریوں کی خلاف ورزی بزرگوں کی اس جماعت نے کبھی نہیں کی ان کے طورو طریق پر نکتہ چینی نہیں کی گئی۔ بارش کے سامنے جس نے ہاتھ پھیلا دیے وہ میرا اب ہو گا آدمی اسی کے ساتھ رہتا ہے جسے وہ محبوب رکھتا ہے یا (عجقات صفحہ ۳)

۸ : اکابرین کے راستے سے ہٹا ہوا دین کا چور ہے اس کی صحبت زہر قاتل ہے (حضرت مجدد الف ثانیؑ)

”اے شرافت اور نجابت کے مرتبہ والے۔ تمام نصیحتوں کا خلاصہ و بنداروں اور شریعت کے پابندوں کے ساتھ میل جول رکھنا ہے اور دینی و شریعت کا پابند ہونا تمام اسلامی فرقوں میں سے فوقہ نامہ یعنی اہل سنت و جماعت کے طریقہ حق کے سلوک پر وابستہ ہے۔ ان بزرگوں کی متابعت کے بغیر نجات محال ہے اور ان کے عقائد کے اتباع کے بغیر خلاصی دشوار ہے۔ تمام عقل، نقلی اور کشفی دلیلیں اس بات پر شاہد ہیں۔ ان میں سے کسی میں خلاف احتمال نہیں ہے۔ اگر معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگوں کے سیدھے راستے سے (ایک راہی کے برابر بھی) الگ ہو گیا ہے تو اس کی صحبت کو زہر قاتل جاننا چاہیے۔ اور اس کی کم نشین کو نہر و خیال کرنا چاہیے۔ بیدار طالب علم خواہ کسی فرقہ سے ہوں۔ دین کے چور ہیں ان کی صحبت سے بھی بچنا ضروری ہے یہ سب لغت و فساد جو دین میں پیدا ہوا ہے ان ہی لوگوں کی کلمنتی سے ہے کہ انہوں نے دنیاوی اسباب کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کر دیا ہے۔

اَوَلَيْكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوْا ضَلٰلَةً بِالْهٰدٰى فَمَا يَكْفُرُ اِنْ رَاجَعُوْا

وَمَا كَانَ دُوْا اُمَّهَاتٍ يِّنَ يٰرَہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی پس ان کی اس تجارت نے ان کو نفع نہ دیا اور نہ ہی انہوں نے ہدایت پائی کسی شخص نے ایس کو دیکھا کہ آسودہ اور فارغ بیٹھا ہے اور گمراہ کرنے اور بہکانے سے ہاتھ کوتاہ کیا ہوا ہے اس نے اس کا سبب پوچھا۔ عین نے کہا اس وقت کے برے علما و میرا کام کر رہے ہیں اور گمراہ کرنے اور بہکانے کے ذمہ دار ہوئے ہیں

(مکتوب ۱۳۲ دفتر اول مکتوبات امام ربانی)

۹ : صلحا رمت کی تحمیر کرنے والا گمراہ ہے اور قرآنی ہدایت سے محروم ہے (حضرت شیخ الاسلامؒ)

یٰضِلُّ بِمِ کَثِیْرًا وَّ یُھْدٰی بِمِ کَثِیْرًا ۝ گمراہ کرتا ہے خدا تعالیٰ اس مثال سے بہتروں کو اور ہدایت

وَمَا قِيلَ بِهِ إِلَّا الْفَيْتَيْنِ ۚ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْكُمْ مَثَانِمْ ۚ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِمْ أَنْ يُوصِلُوا وَيَنْقُضُونَ فِي الْأَرْضِ طَوْلَ لَيْثِهِ هُمُ الْخَائِدُونَ ۚ

کرتا ہے اس سے بہتروں کو اور گمراہ نہیں کرتا اس مثال سے مگر عہد کاروں کو جو توڑتے ہیں خدا کے عہد کو مضبوط کرنے کے بعد اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ نے فرمایا ملانے کو اور فساد کرتے ہیں ملک میں وہی ہیں ٹوٹے والے (ترجمہ حضرت شیخ الہند)

تفسیری نوٹ: اس کلام سرابادایت سے بہتروں کو گمراہی میں ڈالنا اور بہتروں کو راہ راست دکھانا منظور ہے (یعنی اہل حق اور اہل باطل میں تمیز تمام منظور ہے) جو نہایت مفید اور ضروری ہے۔ قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ نے فرمایا ملانے کو جیسے قطع رحم کرنا، انبیاء اؤ علماء و اعلیٰین اور مومنین اور نماز اور دیگر عہد امور خیر سے اعراض کرنا، فساد سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو ایمان سے نفرت دلاتے تھے اور مخالفان اسلام کو ورغلا کر مسلمانوں سے مقابلہ کراتے تھے اور حضرات صحابہ اور صلحاء امت کے عیوب نکال کر تشہیر کرتے تھے تاکہ آپ کی اور دین اسلام کی بے وقعتی لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے اور مسلمانوں کا راز مخالفوں تک پہنچانے تھے اور طرح طرح کی رسوم و بدعات خلاف طریقہ اسلام پھیلانے میں سعی کرتے تھے لیکن ان حرکات ناشائستہ سے اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں۔ تو ہیں اسلام اور تحقیر صلحاء امت کچھ بھی نہ ہو سکے گی۔ (حضرت شیخ الہند ر ج)

۱۰: خلاف تین چیزوں پر زور وقت ہے

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:-

”خواجہ جمال الدین حسینی جوانی کے وقت کو غنیمت جابیں اور جہاں تک ہو سکے حق تعالیٰ کی رضا مندی میں صرف کریں۔ یعنی اول لازم ہے کہ اپنے عقائد کو اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سیحہم را اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے) کے عقائد کے مطابق اپنے عقائد کو ٹھیک کریں۔ دوسرے احکام شریعہ فقہیہ کے موافق عمل کریں اور تیسرے صوفیہ کرام قدس سرہم کے بلند طریقہ پر سلوک طے کریں۔

وَمَنْ وَفَّقَ لِهَذَا فَقَدْ نَارَ قَدْزِ اعْظَمًا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْ هَذَا فَقَدْ خَسِرَ خُسْرًا نَاقِصًا ۚ

جس کو اس کی توفیق حاصل ہو گئی وہ دونوں جہان میں برا کامیاب ہو گیا اور جو ان سے محروم رہا اس کو بڑا خسارہ حاصل ہوا ۚ

(مکتوب علیہ و فتر اول مکتوب امام ربانی)

اسلامی نظام کی حقیقت

۱ : موجود معاشرہ میں حدود کا نفاذ ظلم ہے (مزدودی)

۱۰) لیکن جہاں حالات اس سے مختلف ہوں، جہاں عورتوں اور مردوں کی سوسائٹی محفوظ رکھی گئی ہو جہاں مدرسوں میں دفینوں میں، کلبوں میں اور تفریح گاہوں میں خلوت اور جلوت میں ہر جگہ جوان مرد اور بی بی عظمیٰ عورتوں کو آزادانہ ملنے جلنے اور ساتھ اٹھنے بیٹھنے کا موقع ملتا ہو، جہاں ہر طرف بے شمار مصنفی تحریرات پھیلے ہوئے ہوں اور ازدواجی رشتہ کے بغیر خواہشات کی تسکین کے لیے ہر قسم کی سہولتیں بھی موجود ہوں، جہاں معیار اخلاق بھی اتنا پست ہو کہ ناجائز تعلقات کو کچھ معیوب نہ سمجھا جاتا ہو۔ ایسی جگہ زنا اور فحش کی شرعی حد جاری کرنا بلاشبہ ظلم ہوگا۔

اب اُسی پر حد مقررہ کو قیاس کر لیجئے کہ وہ صرف اس سوسائٹی کے لیے مقرر کی گئی ہے جس میں اسلام کے معاشی قصورات اور اصول اور قوانین پوری طرح نافذ ہوں اور جہاں یہ نظم معیشت نہ ہو وہاں چور کے ہاتھ کاٹنا دوسرا غلطی ہے ۱۱

نوٹ: ان دو اقتباسات سے یہ واضح ہو گیا کہ موجودہ موجودہ زمانہ میں حدت، جتنا اور قدر کے لحاظ سے غلط ہے۔
 دوسرے خط سے مراد یہ ہے کہ تشریف آوری کے بعد اسے ماحول میں تیار نہیں ہوا اور اس طرح کی جانتے گویا یہ دوسرا عالم تھا اگر باری تعالیٰ کی شان میں ذرہ برابر کم
 ثابت کیا جانتے پھر وہ عالم میں نہیں بلکہ غلام ٹھہرتا۔ گارپ کے معنی ہیں لڑنے میں حق سے جو حد قرار کی کوئی سزا نہیں ہے۔ محمد سے جو احکام
 شریعت، صفات الہیہ اور اسماء الہیہ میں تیار نہیں ہو سکے اس لیے اسے اس قدر حق کہ ہے جو باری تعالیٰ کی شان میں کم نہ ہو سکے اور غلط مطلب سے
 باید کرے۔ نہ تشریف آوری کے بعد اسے ماحول میں تیار نہیں ہوا۔ ریاض علی بن مروح کے ہنسنے میں بعض ذرا بھول اور مہرلوں نے بھی قسم کا شرعاً غلط کیا کہ
 اسے اسلامی حقانیت کے لحاظ سے ماحول میں تیار نہیں ہوا اور بعض قبیلہ قوہ صاف کہتے تھے کہ موجودہ ترقی یافتہ زمانہ میں چودہ سو برس پہلے کا زمانہ کیسے چل
 سکتا ہے۔ آج کل میں بہت سے مغرب زدہ لوگوں کی کہیں ہیں، محمدیوں نے بھی کہا ہے جو آج کل کے گروہ لوگ اپنی جہالت میں کہہ رہے ہیں، عرب اصطلاح
 اور عربی زبان کا فرق ہے۔ علامہ شریعہ عثمانی نے خطہ صدارت جھانک کر ایسے لوگوں کا بھی فرق جواب دیا ہے

اسلامی نظام کی حقیقت

۱ : موجودہ معاشرہ میں حدود کا نفاذِ ظلم ہے (مودودی)

۱) لیکن جہاں حالات اس سے مختلف ہوں، جہاں توراتوں اور مردوں کی سوسائٹی محفوظ رکھی گئی ہو جہاں مدرسوں میں دفاتروں میں، کلبوں میں اور تفریح گاہوں میں خلوت اور خلوت میں ہر جگہ جوان مرد اور بنی بشری عورتوں کو آزادانہ ملنے جلنے اور ساتھ اٹھنے بیٹھنے کا موقع ملتا ہو، جہاں ہر طرف بے شمار مصنوعی محرکات پھیلے ہوئے ہوں اور ازدواجی رشتہ کے بغیر خواہشات کی تسکین کے لیے ہر قسم کی سہولتیں مہیا ہو رہی ہوں، جہاں معیار اخلاق بھی اتنا پست ہو کہ ناجائز تعلقات کو کچھ معیوب نہ سمجھا جاتا ہو، ایسی جگہ زنا اور نفرت کی شرعی حد جاری کرنا بلاشبہ ظلم ہو گا۔

اب جب اسی پر حد مرتبہ کو قیاس کر لیجیے کہ وہ صرف اس سوسائٹی کے لیے مقرر کی گئی ہے جس میں اسلام کے معاشی قصورات اور اصول اور قوانین پوری طرح نافذ ہوں اور جہاں یہ نظم معیشت نہ جوڑا ہو اور جو کہ ہاتھ کا شائد ہر ظلم ہے۔
تجلیاتِ حد دوم ص ۲۸

نوٹ : ان دو اقتباسات سے یہ واضح ہو گیا کہ مودودی موجودہ زمانہ میں حد نفرت جہد زنا اور شہرت کے نفاذ کو ظلم سمجھتے ہیں۔
دوسرے ظلم سے مراد یہ ہے کہ تو سزا خوردہ لانا دوسرے خاوی تیار نہیں ہوا اور سزا عظیم کی جاسے گویا یہ دوسرا ظلم ہے۔ اگر باری تعالیٰ کی شان میں ذرہ برابر ظلم ثابت کیا جائے پھر وہ ظالم ہی نہیں بلکہ ظالمِ غفیر ہے گا۔ یورپ کے عظیم اور زرخیز ممالک بھی تو حدود توراتی کو نفاذ نہ سزا دیتے ہیں۔ محدود ہے جو ظلم شریعت یا صفاتِ الہیہ یا اسما الہیہ میں تیرا حیران لگا سے یا پیدا کرے اور ذمہ داری ہے جو باری تعالیٰ کی یا شان کی مولا نہ سمجھے اور غلط مطلب سے یا پیدا کرے۔ ذمہ داری یا عینی طور پر کم عقل واقع ہوتا ہے۔ دیانت علیٰ حق مرحوم کے زمانے میں بعض ذمہ داریوں اور محدودے میں بھی اسی قسم کا شرعا ظلم تھا کہ ابھی اسلامی تہذیب کے نفاذ کے لیے عادی تیار نہیں ہوا اور میں بیٹھ تو صاف کہتے تھے کہ موجودہ ترقی یافتہ زمانہ میں چودہ سو برس پرانا قانون کیسے چل سکتا ہے۔ آج کل میں بہت سے مغرب زدہ لوگ یہی کہتے ہیں، مودودی نے مجھے یہ کہا ہے جو آج کل کے گروہ لوگ اپنی جاہلیت میں کہہ رہے ہیں، صرف اخلاق اور شہرت پران کا فرق ہے۔ حوالہ شہر احمد عثمانی نے خطبہ صدارت ڈھاکہ میں اپنے لوگوں کو اچھے طریقہ جواب دیا ہے

۲ : ماحول تیار نہ ہونے کا عذر لنگھتا اور بے معنی ہے (علامہ عثمانی)

”بہت سے مغرب زدہ لوگ جو اپنی اسلامی بصیرت کھوپچے میں اور جو خفاش کی طرح ظلمت سے نکل کر روشنی میں آنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتے بلکہ اندوں کا راستہ بھی روکنا چاہتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ چودہ سو برس کا معاقرہ اللہ فرسودہ نظام اس نئی روشنی کی دنیا میں کہاں چل سکتا ہے؟ لیکن جو نئی دنیا کی طرح نئی روشنیوں کے باوجود کروڑوں برس کے فرسودہ شمس و قمر سے ہنوز بے نیاز نہیں ہو سکی، تو چودہ سو برس کے قرآنی نظام سے اس کا آنکھیں چراتا کہاں ملک حق بجا نب ہو سکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قرآنی نظام چلانے کے لیے ابھی ماحول تیار نہیں۔ لیکن قرآنی جس وقت دنیا میں آیا، اگر ماحول کی تیاری اور فضا کی سازگاری کا انتظار کرتا، تو شاید قیامت تک بھی یہ انتظار ختم نہ ہوتا قرآن تو اپنے لیے خود ماحول بناتا ہے اور قرآنی نظام کے نافذ ہونے سے بڑی حد تک فضا بدلے لگتی ہے۔ آپ سعودی حکومت ہی کو دیکھ لیجئے صرف دو تین دن چوروں کا ہاتھ کھٹنے کے بعد حجاز جیسے ملک میں چوری کا بیج بھی باقی نہیں رہا۔ اور ان متورین کو یہ سب کچھ ہوگا اور شاید کچھ انوس بھی ہو کہ حجاز میں مٹھوں اور بٹوں کا کوئی بڑا شہر تو کچھ چھوٹا سا گاؤں بھی کہیں نظر نہیں آتا۔ آسمانی قانونی کے اجراء کی یہی تو برکت ہے کہ اس میں جرم کی سزا جرم کو کھتی ہے، مجرم کو جیل بھیج کر دیکھا اور دگر دیافتہ مجرم نہیں بنایا جاتا۔“

”لوگ کہتے ہیں کہ قطعید و حیثانہ سزا (ظلم) ہے جو اس دور تہذیب کے شایانہ نہیں۔ مگر جس جرم کی یہ سزا ہے وہ کون سا مہذب فعل ہے۔ پس اگر ایک دور وحشوں کے ارتکاب سے ہزاروں وحشوں کا خاتمہ ہوتا ہو تو مہذب سوسائٹی کو خوش ہونا چاہیے کہ ان کے تہذیبی مشن کے کامیاب ہونے میں اس سے بڑی مدد ملی۔“

”اچھا خیر! اگر ان حضرات کو یہی امر رہے کہ مریض کے تندرست ہونے کے بعد دوا کا مہذوبت کیا جلتے یعنی پہلے ماحول ٹھیک کر لو پھر قانون اسلامی جاری کریں گے۔۔۔۔۔“ خطبہ صدارت ڈھاکہ (۲۰۰۸ء)

۳ : کنز الدقائق اور ہدایہ اور عالمگیری کے حاملین قابل لعنت ہیں (مودودی)

”کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ دینی پیشواؤں سے جواب طلبی فرمائے گا کہ تم نے قرآن کے سوا فقہ کے احکام کی تعمیل پر لوگوں کو کیوں مجبور کیا تھا یہاں تک کہ وہ تنگ آکر سرے سے دین چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے اور تم نے ان کے واسطے احکام دین میں تغیر و تبدل کر کے ان کو آسان یوں نہ بنایا، تو امید نہیں کہ کسی عالم دین کو کنز الدقائق اور ہدایہ اور عالمگیری کے مضیفین کے دامنوں میں پناہ مل سکے گی اللہ جملہ کلمہ جواب دہی

کرنے کا موقع ضرور مل سکے گا۔ اِنَّا رَبُّنَا اَلْمَلٰٓئِکَةُ سَآءٌ نَّتَنَّا وَکَلَّیْنَا نَا اَلنَّسِیْلَہٗ رَبَّنَا اٰتِنٰہُمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْہُمْ لَعْنًا کَبِیْرًا۔

ترجمہ: یا اللہ ہم نے تے تابعدار کی کہ اپنے سے سزاواروں اور اپنے بڑوں کی تو گمراہ کیا انہوں نے ہم کو صحیح راستہ سے اسے ہمارے رب انہیں دو چند عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت نازل فرما :
(ترجمہ القرآن بابت جولائی اگست سالکہ حقوق العروجین ص ۷۷)

۴ : کمال آتا تک کے لادینی قوانین کے خلاف ترکی میں

اسلامی قانون پر علماء و مشائخ کا اصرار حاکمات نہ تا (مودودی)

”ایک طرف ترکی کی قوم میں اتنے بڑے انقلاب کی ابتدا ہو رہی تھی دوسری طرف ترکی کے علماء و مشائخ تھے کہ چوتھی صدی کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے وہ اب بھی تک فلسفہ و کلام کی وہی کتابیں پڑھانے میں مشغول تھے جن کو بھینک کر زمانہ باغ و سبزی آگے بڑھ چکا تھا۔ وہ اب بھی اپنے نہ و غلوں میں قرآن کی وہی تفسیر اور وہی ضعیف حدیثیں مناسبت تھے جن کو سن کر آج کل کے دماغ صرف ان مفسرین اور محدثین ہی سے نہیں بلکہ خود قرآن اور حدیث سے بھی منحرف ہو جاتے ہیں وہ اب بھی اصرار کر رہے تھے کہ ترکی قوم میں وہی فقہی قوانین نافذ کئے جائیں گے جو شامی اور کنزالدقائق میں لکھے ہوئے ہیں۔“

”پر اسے مذہبی خیال کے لوگ نہ جو ان ترکوں پر کفر و فسق کا فتویٰ لگا رہے ہیں۔ مگر ان کو خبر نہیں کہ زیادہ گناہگار تو ترکی کے علماء و مشائخ ہیں انہیں کے جمود نے ایک مجاہد قوم کو اسلامیہ سے فریفتگی کی طرف دھکیلا ہے“
(تتقیات صفحہ ۸۳ تا ۸۵ ص ۲۹)

۵ : دنیا کو ایک نئے سلام کی ضرورت ہے پرانا ڈھانچہ بوسیدہ ہو چکا ہے (مودودی)

اسلام میں ایک نشاۃ جدیدہ کی ضرورت ہے پرانے اسلامی مفکرین و متحققین کا سرمایہ اب کام نہیں کر سکتا دنیا اب بہت آگے بڑھ چکی ہے اس کو اب اسٹے پاؤں ان منازل کی طرف واپس لے جائی ممکن نہیں ہے جس سے وہ چھ سو برس پہلے گزر چکی ہے :
(تتقیات صفحہ ۱۶ ص ۱۹)

۶ : (الف) دفعۃً کا نیا مجموعہ

قدیم کتابیں اب درس و تدریس کے لیے کار آمد نہیں ہیں۔

”چند ایسے فضلاء کی خدمات حاصل کی جائیں جو مذکورہ بالا علوم پر جدید کتابیں تالیف کریں خصوصیت کے ساتھ اصول فقہ، احکام فقہ، اسلامی معاشیات، اسلام کے اصول عمران، اور حکمت قرآن پر جدید کتابیں لکھنا نہایت ضروری ہیں کیونکہ قدیم کتابیں اب درس و تدریس کے لیے کارآمد نہیں ہیں اور باب اجتہاد کے لیے بلاشبہ ان میں اچھا مواد مل سکتا ہے۔ مگر ان کا جو ان کا توں کے موجود زمانے کے پڑھانا طلباء کو پڑھانا بالکل ہی بے سود ہے۔“

(تفہیمات سلسلہ ۳۴۴)

رب، (۱) ایک نیا مجموعہ قوانین اسلام کا مرتب کرنے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ قدیم فقہی کتابوں میں جتنے احکام بیان کئے گئے ہیں ان میں زیادہ تر عام انسانی حالات کو پیش نظر رکھا گیا ہے ان احکام کو حفظ بنفط لے کر ہر جگہ ہر معاملہ پر بے تکلف جاری کر دینا اصلاً غلط ہے ان کی صحیح تفسیر موقوف ہے اس پر کہ :-
اولاً جس اسلامی معاشرے میں ان کو نافذ کیا جا رہا ہے اس کے اخلاق، تمدنی معاشرتی اور معاشی حالات کو پیش نظر رکھا جائے یہ بھی دیکھا جائے کہ ان کے اجتماعی عادات و خصائل اور رسم و رواج کس قسم کے ہیں وہ کس ماحول میں رہتے ہیں اس ماحول کے ان پر کیا اثرات ہیں اور ان کی سیرت اور ان معاملات میں اسلام کا اثر کس قدر قوی یا ضعیف ہے، پرورنی اثرات سے ان کے اسلامی خصائص میں کس قدر فرق واقع ہوا ہے اور تمدنی حالات سے معاملات کی فقہی حیثیت میں کیا تغیرات رونما ہوئے ہیں ؟
ثانیاً ہر مقدمہ کے مخصوص انفرادی حالات پر نظر رکھی جائے فریقین کی سیرت، عمر، تعلیم، جسمانی حالات معاشی اور تمدنی حیثیت، گذشتہ تاریخ، خاندانی رویا سبب اور ان کے طبقے کے عام حالت سب پر نگاہ ڈال کر رائے قائم کی جائے ایک خاص جووی معاملہ میں ان پر قانون کا نافذ کس طریقہ سے کیا جائے جس سے قانون کا مقصد بھی ٹھیک ٹھیک پورا ہو جائے اور اصول قانون سے انحراف بھی نہ ہونے پائے ؟
(حقوق الزوجین - اپریل ۱۹۷۷ء ص ۱۹)

۷ : فقہائے اجتہادات اس زمانہ میں ناقابل اطلاق ہیں

معاشرہ کی تبدیلی کے ساتھ قوانین اسلام میں رد و بدل (مودودی)

الف: قدیم فقہی کتابوں میں جتنے احکام بیان کئے گئے ہیں ان میں زیادہ تر عام انسانی حالات کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ان احکام کو حفظ بنفط لے کر ہر جگہ ہر معاملہ پر بے تکلف جاری کر دینا اصلاً غلط ہے۔ ان کی صحیح تفسیر موقوف ہے اس پر کہ اولاً جس اسلامی جماعت میں ان کو نافذ کیا جا رہا ہے اس کے اخلاق، تمدنی، معاشرتی اور معاشی

حالات کو پیش نظر رکھا جائے یہ بھی دیکھا جائے کہ ان کے اجتماعی عادات و حضائل اور رسم و رواج کس قسم کے ہیں؟
(دعوتِ الزوہد ص ۶۹)

ب) جو حالات عہد رسالت اور عہد صحابہ میں عرب اور دنیا نے اسلام کے تھے لازم نہیں کہ بعینہ وہی حالات ہر زمانے اور ہر ملک کے ہوں۔ لہذا احکام اسلامی پر عمل کرنے کی جو صورتیں ان حالات میں اختیار کی گئی تھیں ان کو بہرہ تمام قانون اور تمام حالات میں قائم رکھنا اور مصالح اور حکم کے لحاظ سے ان کے جزئیات میں کسی قسم کا رد و بدل نہ کرنا ایک طرح کی رسم پرستی ہے جس کو روح اسلامی سے کوئی واسطہ نہیں۔ (تعمیلاتِ محمدیہ ص ۳۳۳)

۸: جدید مسائل حل کرنے کیلئے نئی قوتِ اجتہادیہ کی ضرورت ہے (مودودی)

اور دوسرا سبق جو اسی سے قریب الماخذ ہے یہ ہے کہ اب تجدید کا کام نئی اجتہادی قوت کا طالب ہے محض وہ اجتہادی بصیرت جو شاہ ولی اللہ صاحبؒ یا ان سے پہلے کے مجتہدین و مجددی کے کارناموں میں پائی جاتی ہے اس وقت کے کام سے عہدہ برآ ہونے کے لیے کافی نہیں ہے۔ جاہلیتِ جدیدہ بے شمار نئے مسائل کے ساتھ آئی ہے اور اس نے بے حساب نئے مسائلِ زندگی پیدا کر دیئے ہیں جن کا وہم تک شاہ صاحبؒ اور دوسرے قدماء کے ذہن میں نہ گزرا تھا۔ صرف اللہ جل جلالہ کے علم اور اس کی بخشش سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بصیرت پر یہ حالات روشن تھے۔ لہذا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہی وہ تنہا ماخذ ہے جن سے اس دور میں تجدیدِ ملت کا کام کرنے کے لیے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے اور اس رہنمائی کو اخذ کر کے اس وقت کے حالات میں شاہراہِ عمل تعمیر کرنے کے لیے ایسی مستقل قوتِ اجتہادیہ درکار ہے جو مجتہدینِ سلف میں سے کسی ایک کے علوم اور رہنما کی پابند نہ ہو اگرچہ استفادہ ہر ایک سے کرے اور پرہیز کسی سے نہ کرے؟
(تجدید و احیائے دین۔ اشاعتِ ہشتم جون ۱۹۶۳ء ص ۱۲۹)

۹: حکمت اور اجتہاد کی حقیقت (مولانا محمد قاسم صاحبؒ)

بعد غور بشرط سلامت ذہن و شہادت عقل یوں معلوم ہوتا ہے کہ لفظ حکم و حکمت سے جو کلام اللہ میں جا بجا آتا ہے علم نسبتِ حکمیہ حقیقیہ احکام شرعیہ مراد ہے لیکن نسبتِ حکمیہ حقیقیہ کی تفسیر شرح طلب ہے اس لیے گزارش ہے کہ کوئی صفت کسی موصوف میں بالذات ہوتی ہے اور کسی موصوف میں بالعرض موصوف میں وہ صفت بالذات ہے وہ موصوف تو اس صفت کا محکوم علیہ حقیقی ہے اور وہ صفت اس موصوف کیلئے

محکوم بہ حقیقی اگرچہ بوجہ مفقود ہونے حمل مواطاۃ کے باعتبار طرف صفت و موصوف کو محکوم علیہ و محکوم بہ نہ کہہ سکیں علیٰ ہذا القیاس نسبت فی مابین نسبت حکمیہ حقیقیہ ہے اور اگر مابین صفت و موصوف ارتباط اور انصاف ذاتی نہیں تو سب مجازی سمجھیے، مگر نسبت حقیقیہ کی اطلاعیہ طریق سے متصور ہے۔ محکوم علیہ سے محکوم بہ کو دریافت کیجئے اور اس طریق سے نسبت فیما بین کو دریافت کر لیجئے یا دونوں کو دریافت کیجئے اور نسبت فیما بین کو پہچانئے یا محکوم بہ سے محکوم علیہ کی طرف جایئے اور نسبت فیما بین کی خبر لائیئے، مگر چونکہ شکل اول میں طرف اول اعمیٰ محکوم علیہ کا علم ضروری ہے اور شکل ثالث میں طرف ثانی کا علم لابد ہے اور شکل ثانی میں دونوں کی اطلاعیہ کی اول حاجت ہے تو بالظہور حکماء دین مراتب حکمیہ میں بترتیب متفاوت ہوں گے۔ معجزا سوا طریق اول کے محکومات بہا کی اطلاعیہ بجز تقلید انبیاء متصور نہیں کیونکہ عقول ناقصہ ادراک محکومات علیہا میں کافی نہیں، علاوہ بریں ایک محکوم علیہ کا علم اس کے سارے لوازم اعمیٰ محکومات بہا کو مستلزم ہو سکتا ہے اور محکوم بہ کا علم اگر مستلزم بھی ہووے تو ایک ہی محکوم علیہ کے علم کو مستلزم ہوتا ہے اس وجہ سے بھی مرتبہ اول قابل اولیت ہے پھر باقی وجہ کہ مرتبہ ثالث اول و ثانی سے بالذات متاخر ہے اس کا مرتبہ بھی ان دونوں کے بعد ہی ہوگا۔ سو مرتبہ اول بدرجہ کمال تو انبیاء ہی کے ساتھ مخصوص نظر آتا ہے اگرچہ کسی قدر متباعد یا اخلاص بھی ان کے شریک ہوں چنانچہ قبل ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تبت علیہم فیما بینہم و فیما بینہم و فیما بینہم و فیما بینہم سے احکام میں حضرت عمرؓ کے موافق وحی کا آنا اس پر شاہد ہے علیٰ ہذا القیاس حضرت بائزید بسطامیؒ اور حضرت شیخ عی الدین مرثیؒ کے وہ اقوال جن سے احکام شرعیہ کے درس و تدریس فقط بمعونۃ الہام ان کا مطلع ہونا ثابت ہوتا ہے عجب نہیں کہ اس پر معمول ہوا اور احتمال ہے کہ فقط علم احکام مراد ہوئے اس کے کہ ان کے محکومات علیہا معلوم ہوں چہ جائے کہ اس سے محکومات بہا اعمیٰ احکام کی طرف ذہن کو انتقال واقع ہوا ہو اور مرتبہ ثانی کا براویا و مجتہدان بالاتفاق کے لیے ہے، و مرتبہ ثالث وہ معرکہ کارا و کلمات ہے۔ ماہر اس کے تقلید مجتہد ہے۔ بظاہر علم ہے اور حقیقت میں حمل ہے۔ الغرض شخص علیٰ عبیدہ اور قریبہ پر مطلع ہوگا۔ وہ عالم ادب و حکیم کامل اور نصداق و من یوقی الحکمۃ فقد اذق خیرا کثیرا ہوگا ورنہ اگر کروج محفوظ کا بھی مافظ ہو تو عالم نہیں جاہل ہے۔

(آب حیات ص ۱۷۷)

باب (۹)

تقلید کے متعلق

۱: تقلید کے بارے میں (مودودی)

میرے نزدیک صاحب علم آدمی کے لیے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز ہے (یعنی شرک و کفر)۔
(رسائل مسائل جلد اول ص ۲۴۳)

۲: اپنے بارے میں (مودودی)

میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت یا شافعیت کا پابند ہوں۔ لیکن کوئی وجہ نہیں کہ جماعت اسلامی میں جو لوگ شریک ہوں ان کا فقہی مسلک لازماً میرے فقہی مسلک کے مطابق یا اس کے تابع ہو۔“ (رسائل مسائل ص ۲۴۵ جلد اول طبع دوم)

۳: تقلید مامورین اللہ ہے

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:۔
”و تقلید مطلق فرض ہے بقولہ تعالیٰ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتمہم لا تعلمون الا یہ۔ حق تعالیٰ نے اس آیت میں مطلق تقلید کو فرض فرما دیا ہے اور تقلید کے دو فرد ہیں ایک شخصی کہ سب مسائل ضروریہ ایک ہی عالم سے پوچھ کر عمل کرے دوسرے غیر شخصی کہ جس عالم سے چاہے دریافت کر لے اور آیت بسبب اپنے اطلاق کے دونوں قسم تقلید کو تضمن ہے لہذا دونوں قسم کی تقلید مامورین اللہ تعالیٰ اور مروض حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور جس فرد تقلید پر کوئی عمل کریگا۔ حق تعالیٰ کے حکم۔ فرض کا عامل ہوگا۔ لہذا جو شخص تقلید شخصی کو جو مامور مروضین اللہ تعالیٰ ہے۔ شرک یا بدعت کہتا ہے وہ جاہل و گمراہ ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی مخالفت میں خدا تعالیٰ کے مروض کو شرک کہتا ہے“ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۸)

باب

احکام شریعت میں قطع بُرید

۱ : متعہ کی حرمت قرآن سے ثابت نہیں (مودودی)
 متعہ کی حرمت قرآن سے ثابت ہے (حضرت شیخ الحداد)

سورہ مومنوں کی آیت وَالَّذِينَ هُمْ يُعْتَبِرُونَ أَلَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ أَوْ مَسْمُوكَتِ
 آيِنَا تُعْطَوْنَ (اور کامیاب ہیں وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ موابنی
 بیویوں اور باندیوں کے) کی تفسیر میں مودودی لکھتے ہیں :-

”بعض لوگوں نے متعہ کی حرمت بھی اس آیت سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ان کا استدلال یہ ہے
 کہ متعہ عورت نہ تو بیوی کے حکم میں ہے نہ نہ لوندی کے حکم میں۔ لوندی تو ظاہر ہے کہ وہ نہیں ہے اور
 بیوی اس لیے نہیں ہے کہ زوجیت کے لیے جتنے قانونی احکام ہیں ان میں سے کسی کا بھی اس پر اطلاق نہیں
 ہوتا۔ وہ نہ مرد کی وارث ہوتی ہے۔ نہ مرد اس کا وارث ہوتا ہے، نہ اس کے لیے عدت ہے۔ نہ
 طلاق، نہ نفقہ نہ اطلاق، نہ نکاح، نہ لعان وغیرہ بلکہ چار بیویوں کے مقررہ حد سے بھی وہ مستثنیٰ ہے
 لیکن واقعہ یہ ہے کہ آیت تحریم متعہ کے بارے میں صریح بھی نہیں اور اس سے تحریم پر استدلال
 ان ثابت شدہ احادیث کے بھی خلاف ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے فح کلمہ
 تک جائز رکھتے رہے لہذا متعہ کی حرمت قرآن کے کسی صریح حکم پر مبنی نہیں بلکہ سنت پر مبنی ہے اور
 متعہ کو مطلقاً حرام قرار دیتے یا مطلقاً مباح ٹھہرانے میں شیعوں اور سنیوں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اس
 میں بحث و مناظرہ نے بیجا شدت پیدا کر دی ہے درحقیقت معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

انسان کو لمبا اوقات ایسے حالات سے سابقہ پیش آ جاتا ہے جس میں نکاح ممکن نہیں ہوتا اور وہ زنا یا
 متعہ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے ایسے حالات میں زنا کی نسبت متعہ کو لینا بہتر ہے
 مثلاً فرض کیجئے کہ ایک جہاز سمندر میں ٹوٹ جاتا ہے۔ اور ایک مرد عورت تختے پر بیٹھے ہوئے ایک نشان

باب

احکام شریعت میں قطع بُرید

۱ : متعہ کی حرمت قرآن سے ثابت نہیں (مودودی)
متعہ کی حرمت قرآن سے ثابت ہے (حضرت شیخ الہند)

سورہ مومنوں کی آیت وَالَّذِينَ هُمْ يُعْتَبِرُونَ أَلَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ أَوْ مَعَالِكُثْ
أَيْمَانُهُمْ (اور کامیاب ہیں وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ موانہی
بیویوں اور باندیوں کے) کی تفسیر میں مودودی لکھتے ہیں :-

”بعض لوگوں نے متعہ کی حرمت بھی اس آیت سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ان کا استدلال یہ ہے
کہ متعہ عورت نہ تو بیوی کے حکم میں ہے نہ لہذا لہذا ہی کے حکم میں۔ لہذا ہی تو ظاہر ہے کہ وہ نہیں ہے اور
بیوی اس لیے نہیں ہے کہ زوجیت کے لیے جتنے قانونی احکام ہیں ان میں سے کسی کا بھی اس پر اطلاق نہیں
ہوتا۔ وہ نہ مرد کی وارث ہوتی ہے۔ نہ مرد اس کا وارث ہوتا ہے، نہ اس کے لیے عدت ہے۔ نہ
طلاق، نہ نفقہ نہ الطلاق، نہ نکاح، نہ لہذا لہذا ہی کے حکم میں چار بیویوں کے مقررہ حد سے بھی وہ مستثنیٰ ہے
لیکن واقعہ یہ ہے کہ آیت تحریم متعہ کے بارے میں صریح بھی نہیں اور اس سے تحریم پر استدلال
ان ثابت شدہ احادیث کے بھی خلاف ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے فح کلمہ
تک جائز رکھتے رہے لہذا متعہ کی حرمت قرآن کے کسی صریح حکم پر مبنی نہیں بلکہ سنت پر مبنی ہے اور
متعہ کو مطلقاً حرام قرار دیتے یا مطلقاً مباح ٹھہرانے میں شیعوں اور سنیوں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اس
میں بحث و مناظرہ نے بیجا شدت پیدا کر دی ہے درحقیقت معلوم کرنا مشکل نہیں ہے۔

انسان کو لمبا اوقات ایسے حالات سے سابقہ پیش آ جاتا ہے جس میں نکاح ممکن نہیں ہوتا اور وہ زنا یا
متعہ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے ایسے حالات میں زنا کی نسبت متعہ کو لینا بہتر ہے
مثلاً فرض کیجئے کہ ایک جہاز سمندر میں ٹوٹ جاتا ہے۔ اور ایک مرد عورت تختے پر بیٹھے ہوئے ایک نشان

جزیرہ میں جا پہنچے ہیں جہاں کوئی آبادی موجود نہ ہو وہ ایک ساتھ رہنے پر مجبور ہیں اور شرعی شرائط کے مطابق ان کے درمیان نکاح بھی ممکن نہیں ہے۔ ایسی حالت میں ان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ باہم خود ہی ایجابِ قول کر کے اس وقت تک کے لیے عارضی نکاح کر لیں جب تک آبادی میں نہ پہنچ جائیں کم و بیش ایسے ہی اضطرار صورتیں اور بھی ہو سکتی ہیں۔ متعہ اس طرح کی اضطراری حالتوں کے لیے ہے۔ بیجاواز مجامعت اضطرار۔ اور ابدی حرمت کے خلاف نہیں ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ ہے بالکل اسی طرح جیسے مردار کو بحالت اضطرار کھا لینا اس ابدی حرمت کے خلاف نہیں جو قرآن سے ثابت ہے؟

(ترجمان القرآن جلد ۱۳ ص ۷ اگست ۱۹۵۵ء)

۲ : متعہ کی حرمت کا قرآن سے ثبوت
وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا ذَرَأَتْ ذَاكُمُ آبَاؤُكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا أَبْنَاءَكُمْ

مُحْصِنِينَ عَنْ مَسِيئَتِهِمْ ط کی تشریح میں حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں:

یعنی جن عورتوں کی حرمت بیان ہو چکی ان کے سوا سب حلال ہیں چار شرطوں کے ساتھ، اول یہ کہ طلب کرو یعنی زبان سے ایجاب و قبول دونوں طرف سے ہو جائے، دوسری یہ کہ مالی یعنی جہر دینا قبول کرو۔ تیسری یہ کہ ان عورتوں کو قید میں لانا اور اپنے قبضہ میں رکھنا مقصود ہو صرف مستی زکان اور شہوت رانی مقصود نہ ہو جیسا کہ زنا میں ہوتا ہے یعنی ہمیشہ کے لیے وہ اس کی زوجہ ہو جائے چھوڑے بغیر کبھی نہ چھوڑے مطلب یہ کہ کوئی مدت مقرر نہ ہو اس سے متعہ کا حرام ہونا معلوم ہو گا۔

(ترجمہ و تفسیر حضرت شیخ الہند و علامہ عثمانی ص ۲)

۳ : نماز قصر کے لئے مسافت کا شریعت میں کوئی تعین نہیں (مودودی)

وہ فقہاء کے اراد اس معاملے میں مختلف ہیں چنانچہ قصر صلوٰۃ کے لیے کم از کم ۹ میل اور زیادہ سے زیادہ اڑتائیں میل کا نصاب مقرر کیا گیا ہے۔ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ سے اس معاملہ میں کوئی مرضی ارشاد منقول نہیں ہے۔ نفس صریح کی غیر موجودگی میں جن دلائل سے استنباط کیا ہے اس کے اندر مختلف اقوال کی گنجائش ہے۔ صحیح یہ ہے کہ قصر کے لیے مسافت کا ایسا تعین جس میں ایک لفظ خاص سے تجاوز کرتے ہی قصر کا حکم لگا یا جائے شارع کا منشا نہیں ہے۔ شارع علیہ السلام نے سفر کے مفہوم کو عرف عام پر چھوڑ دیا ہے۔

(رسائل مسائل جلد اول ص ۲۱۴)

۴ : قرأت خات الامام میں مودودی مسلک

”جو کچھ میں نے تحقیق کیا ہے اس کی رو سے صحیح مسلک یہ ہے کہ جب امام باقرؑ پڑھ رہا ہو تو مقتدی خاموش رہے اور جب امام آہستہ پڑھ رہا ہو تو مقتدی بھی فاتحہ پڑھے اس طرح حکم قرآنی اور کسی حدیث کی خلاف ورزی کا خدشہ نہیں رہتا اور تمام مختلف دلائل کو دیکھ کر یہ ایک متوسط طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔“
نوٹ: اس مسئلہ کو حضرت شیخ الہندؒ کی کتاب ایضاح الادلہ میں ملاحظہ فرمائیں اس کتاب میں خود رو مجتہدین کے اجتہادات کی قلع کھولی گئی ہے۔ (مؤلف)

۵ : اسوہ سنت اور بدعت کا تصور مودودی کی نظر میں

(الف) ”اسوہ اور سنت اور بدعت وغیرہ اصطلاحات کے ان مفہومات کو غلط بلکہ دین میں حرج کا موجب سمجھتا ہوں جو بالعموم آپ حضرات کے ہاں رائج ہیں آپ کا یہ خیال کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جتنی بڑی دائرہ رکھتے تھے اتنی بڑی دائرہ رکھنا سنت رسول یا اسوہ رسول ہے یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ عادات رسول کو بعینہ سنت سمجھتے ہیں جس کے جاری اور قائم کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء مبعوث کئے جاتے رہے مگر میرے نزدیک صرف یہ نہیں کہ یہ سنت کی تعریف نہیں ہے بلکہ میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس قسم کی چیزوں کو سنت قرار دینا اور ان پر اصرار کرنا ایک سخت قسم کی بدعت اور ایک خطرناک تحریف دین ہے۔“
(فتح رسائل مسائل جلد اول ص ۲۰۷)

نوٹ: لیکن سنت عام طور پر اسی امر کو کہا جاتا ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہو خواہ وہ قول نبی ہو یا فعل یا کسی کے عمل پر سکوت۔ اس معنی میں علماء اصول حدیث کے نزدیک سنت اور حدیث ایک ہی چیز ہے لیکن ان لوگوں کے قول کے مطابق جنہوں نے حدیث کو صرف آنحضرتؐ کے قول میں منحصر کیا ہے سنت عام ہوگی اور حدیث خاص۔

(فتح المہم مقدمہ ص ۲ - علامہ عثمانی ر ۷)

(ب) ”مجھے انوس ہے کہ بڑے بڑے علماء خود حدود شرعیہ کو نہیں سمجھتے اور ایسے فتوے دیتے ہیں جو میرا حدود شرعیہ سے مجاوز ہیں، دائرہ کے متعلق شارع نے کوئی حد مقرر نہیں کی علماء نے جو حد مقرر کرنے کی کوشش کی ہے وہ بہر حال ایک استنباطی چیز ہے اور کوئی استنباط کیا ہو احکم وہ حیثیت حاصل نہیں کر سکتا جو نص کی ہوتی ہے کسی شخص کو اگر فاسق کہا جاسکتا ہے تو صرف حکم منصوص کی خلاف ورزی پر حکم منطبق کی خلاف ورزی کی اور

میں نہیں آتی۔ وغیرہ وغیرہ ۲ (رسائل مسائل حصہ اول ص ۱۸۵، ۱۸۶)

۴: حقوق الزوجین (مودودی)

(الف) ”اگر عورت پر الزام لگانے کے بعد شوہر لعان سے انکار کرے تو جہور کی رائے میں وہ کافی نہیں بلکہ قید کا سزاوار ہوگا۔ اسی طرح اگر شوہر کے لعان کے بعد عورت لعان سے انکار کرے تو شافعی اور مالک رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ اس کو رحم کیا جائے گا۔ اس باب میں امام اعظمؒ کا مذہب زیادہ صحیح اور مفید برصطحت ہے۔ لیکن ہندوستان کے موجودہ حالات میں اس کی گنجائش نہیں ہے کہ لعان کے انکار کرنے کو جرم مستلزم قرار دیا جائے۔ اس لیے مردست ضابطہ شرعی میں اس کے لیے مناسب شکل یہ ہوگی کہ اگر مرد لعان سے انکار کرے تو عورت کو اس پر الزام حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کرنے کا حق دیا جائے۔“ (حقوق الزوجین ص ۱۹۰)

نوٹ: یہ اجتہاد بلا دلیل ہے

(ب) ”تظلیقات ورجس واحد پر ایسی باندیاں عادی کردی جائیں جن کی وجہ سے لوگ اس فعل کا ارتکاب نہ کر سکیں۔ مثال کے طور پر اس کی ایک صورت یہ ہے کہ مطلقہ عورت کو جسے بیک وقت تین طلاقیں دی گئی ہیں عدالت میں ہر جانے کا دعویٰ کرنے کا حق دیا جائے اور ہر جانے کی مقدار کم از کم مہر کی نصف مقدار تک مقرر کی جائے۔“ (حقوق الزوجین ص ۱۹۰) نوٹ یہ اجتہاد بلا دلیل ہے۔

(ج) ”یہ مسئلہ کہ باپ اور دادا کو نابالغ پر ولایت اجبار حاصل ہے اور ان کے کئے ہوئے نکاح میں لڑکی کو خيار بلوغ استعمال کرنے کا حق نہیں ہے قرآن مجید کی آیت یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت نہیں۔“ پھر بلاغ ووجہات بیان کر کے ارشاد ہے:

”ان وجوہ سے فقہ کے اس جزئیہ پر نظر ثانی کی ضرورت ہے اور مصالح کا اقصایہ یہ ہے کہ اس خالص اجتہادی مسئلے میں ترمیم کر کے صغیر و صغیر کو ہر حال میں خيار بلوغ دیا جائے“ (حقوق الزوجین ص ۱۹۰)

نوٹ: حضرت عائشہؓ کے معاملہ میں ایسا نہیں ہوا۔

۷: حلت اور حرمت میں مودودی کا اجتہاد

گہرا اس کے بعد پھر مختلف چیزوں کی حلت و حرمت میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ مثلاً بالمتو گدھے کو امام ابو حنیفہ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ حرام قرار دیتے ہیں لیکن بعض دوسرے

فقہا کہتے ہیں کہ وہ حرام نہیں ہے۔

دوسرے جانوروں اور شکاری پرندوں اور مردار و خورجیوانات کو حلیفہ مطلقاً حرام قرار دیتے ہیں۔ لیکن امام مالک اور اوزاعی کے نزدیک شکاری پرندے حلال ہیں۔ لیث کے نزدیک بھی حلال ہے۔ امام شافعی کے نزدیک صرف وہ پرندے حرام ہیں جو انسان پر حمل کرتے ہیں۔ جیسے شیر، بھیریا، چیتا وغیرہ۔ عکرمہ کے نزدیک کوا اور بچو دونوں حلال ہیں۔ اس طرح حلیفہ تمام حشرات الارض کو حرام قرار دیتے ہیں مگر ابن ابی لیلہ، امام مالک اور اوزاعی کے نزدیک سانپ حلال ہے۔ ان تمام مختلف اقوال اور ان کے دلائل پر غور کرنے سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ دراصل شریعت الہیہ میں قطعی حرمت ان چار چیزوں کی ہے جن کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے (مردار، ہتہا ہوا خون، خنزیر، غیر اللہ کے نام کا مذکور) ان کے سوا دوسری حیوانی غذاؤں میں مختلف درجہ کی کراہت ہے جن چیزوں کی کراہت صحیح روایات کے مطابق بنی صلعم سے ثابت ہے وہ حرمت کے درجہ کے قریب تر ہے اور جن چیزوں میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے ان کی کراہت مشکوک ہے یہ بھی کراہت یا بقائی کراہت یا قوی کراہت تو شریعت اہل کسی کو مجبور نہیں کرتی کہ وہ خواہ مخواہ ہر اس چیز کو ضرور ہی کھائے جو حرام نہیں کی گئی ہے۔

(تفہیم القرآن طبع دوم ۱۹۵۲ء)

نوٹ: تحفہ لمحیہ از مولانا محمد قاسم صاحب مطالعہ کریں

۸: سینما فی نفسہ جائز ہے (دموددی)

میں اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ یہ خیال ظاہر کر چکا ہوں کہ سینما بجائے خود جائز ہے۔ البتہ اس کا ناجائز استعمال اس کو ناجائز کر دیتا ہے۔ سینما کے پردے پر جو تصویر نظر آتی ہے۔ وہ دراصل تصویر نہیں بلکہ پرچھائی ہے جس طرح آئینہ میں نظر آیا کرتی ہے۔ اس لیے وہ حرام نہیں بلکہ وہ عکس جو فلم کے اندر ہوتا ہے تو وہ جب تک کاغذ یا کسی دوسری چیز پر چھاپ نہ لیا جائے نہ اس پر تصویر کا اطلاق ہوتا ہے اور نہ وہ ان کاموں سے کسی کام کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے جس سے باز نہ رہنے ہی کی خاطر شریعت میں تصویر کو حرام کیا گیا ہے ان وجہ سے میرے نزدیک سینما بجائے خود مباح ہے۔

سینما کے پردے کی تصویر دراصل سایہ ہے وہ تصویر ہی نہیں اور فلمی عکس کو جب تک کاغذ پر چھاپ نہ دیا جائے وہ بھی تصویر نہیں ہے۔ جن امور سے باز رہنے کی خاطر تصویر کو حرام کیا گیا ہے وہ فلم کی تصویریں ہیں نہیں ہیں؟

در مسائل مسائل جلد دوم ص ۲۹۱

نوٹ: سینما کے بارے میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رے لاہوریکہ بصیرت افروز مضمون ہے جس میں فقہی دلائل

ما تحت بتایا گیا ہے کہ سینما دیکھنا جائز نہیں ہے یہ سہمون اخبار مدینہ بخجور میں شائع ہوا تھا۔ اگر یہ مضمون دستیاب ہوگا تو ہم انشاء اللہ سلسلہ ۷ میں اس کو شائع کریں گے۔ سلسلہ ۷ میں انشاء اللہ مودودی کے گمراہ کن خیالات کا جواب دیا جائے گا۔

(۹) احکام مستخرج کا خلاف بھی موجب فسق ہے (مولانا محمد قاسم صاحب)

فقہاء در باب اقوال مستخرج دو منصب رکھتے ہیں ایک تو یہی منصب استخراج و استنباط دوسرے منصب ہدایت یعنی یہ کہنا کہ اس حکم کے لیے کوئی ماخذ ہے کیونکہ یہ منصب ثانی اگر ان کے لیے تجویز نہ کیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ یہ لوگ کذاب اور دروغ گو تھے سربا وجود آثار صدق و دیانت اگر کسی کو کذاب کہنا جائز ہے تو اریان حدیث صحیحہ کے کذاب کہہ دینے سے کون مانے ہے۔ وجوب متعلق احکام مستخرج فقہاء مسلمین وجوب متعلق احکام منصوبہ سے رقبہ میں کم ہوگا مگر یہ بھی ایسی ہوگی جیسے نماز کی فرضیت اور روزہ کی فرضیت میں تفاوت کی بیشی ہے اس لیے یہ کہنا تو غلط کہ قابل تسلیم نہیں ہاں یہ بات مسلم ہے کہ اس کے انکار سے کفر عائد نہیں ہوتا پر انکار وحدیث واحد کا بھی موجب کفر نہیں اگر ہے تو بموجب فسق ہے سو وہی فسق یہاں بھی لازم آئے گا۔ بہت نہیں تھوڑا ہی ہسی لیکن اتنا اور ملحوظ رکھنا چاہیے کہ منصب مذکور کے حاصل ہونے سے پہلے خود رائی ایسی ہے جیسے اندھا بے کسی کی ہدایت کے رہروسی اختیار کرے فقط عربی ترجمہ کر لینے سے یہ بات حاصل نہیں ہو جاتی اگر کوئی شخص عربی دان حافظ کلام اللہ و حدیث بھی ہو تو کیا ہے اندھا شیعہ کے ہاتھ میں لے لینے سے سوچا کا نہیں ہو جاتا۔ اور ہنساری دواؤں کے جان لینے سے طیب نہیں بن جاتا باقی تفاوت واقع فیما بین انہما اور علماء کرام مسلم مگر یہ تفاوت قاصر و وجوب مذکور نہیں ورنہ وہ تفاوت جو خدا تعالیٰ اور انبیاء علیہ السلام میں واقع ہے اس تفاوت زیادہ ہے جو پیغمبروں اور ان کی امتوں میں ہوتا ہے سو اگر محض تفاوت موجب سقوط اعتبار ہے تو یہ بات تو دور تک پہنچتی ہے اور اگر اضافت خداوندی یعنی یہ بات کہ اقوال انبیاء کرام و پروردہ فرمودہ خدا تعالیٰ ہوتے ہیں موجب وجوب اعتبار ہے تو یہاں بھی یہ اضافت اپنا کام کرے گی ۱۰

(تخصیص الغنمۃ ص ۱۱۱۱ مولانا محمد قاسم صاحب)

۱۔ اُمتِ مسلمہ کی فضیلتِ کلی (تفسیر عثمانی: ۱۴۳-۱۴۰، بقرہ، ۱۱۰۔ آل عمران)

نوٹ: مودودی نے سورہ بقرہ کی آیت ۱۴۳ کی غلط تفسیر لکھی ہے۔ اس تفسیر سے امتِ مسلمہ کی فضیلت ختم ہو جاتی ہے۔ آخر میں لکھا ہے کہ ہماری امامت کے دد میں ہماری واقعی کوتاہیوں کے سبب جتنی گریاں دنیا میں پھیلی ہیں تو آئمہ شر اور شیاطین کو اس وجہ کے ساتھ ہم بھی مانوڈ ہوں گے۔ ہم سے پوچھا جائے گا کہ سب دنیا میں معصیت ظلم اور گری کا یہ طوفان برپا تھا تو تم کہاں مر گئے تھے۔ (تقسیم القرآن) اور سجدہ سے پوچھ نہیں کہ کافروں کو مسلمان کیوں نہ کیا۔ (۱۱۹ بقرہ) یہ مضمون شاہ صاحب نے تفسیر میں بیان کیا ہے۔

۲۔ مکاح کے چار شرائط اور متعد کی حرمت (تفسیر عثمانی) (پانچویں پارے کی پہلی آیت)

قرآن کریم سے متعد کی حرمت ثابت ہے مگر مودودی متعد کی حرمت کا قائل نہیں اور اضطرابی حالت میں مودودی نے متعد کی حرمت کو ختم کر کے بالکل جائز ہی کر دیا۔ اضطراب بھوک میں تو ثابت ہے اور عقل مانتی ہے کہ زندگی بچانے کے لیے حرام چیز کھانی لینا جائز ہو سکتا ہے۔ مگر شہوانی حالت کو اضطراب میں داخل کرنا عقل کے نزدیک مسلم نہیں۔ چونکہ شہوانی حالت کو جائز تدابیر سے اعتدال پر لایا جاسکتا ہے بشرطیکہ تزکیہ اور ضبط نفس کا خیال ہو۔

۳۔ مشائخ کی بیعت کا قرآن سے ثبوت (۱۲۔ ممتنع)

اس آیت میں بیعت اسلام مراد نہیں چونکہ مومنات سے خطاب ہے اور بیعت جہاد بھی مراد نہیں چونکہ مومنات سے خطاب ہے اور مومنات پر جہاد فرض نہیں اس بیعت سے وہی بیعت مراد ہے جو مشائخ میں مروج ہے۔ مشائخ حضرات بیعت لیتے وقت اسی قسم کا عہد لیتے ہیں جو آیت ۱۲ سورہ ممتنع میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ بات ہم کو ہمارے مرشد نے بتائی۔ مگر مودودی نے لکھا ہے کہ اب جس کو تجدید و احیائے دین کا کام کرنا ہے اس کو پیری مریدی، جبہ قلا، صوفیانہ رموز و اشارات بلکہ ہر اس چیز سے جو اس سلسلہ (بیعت ارشاد) کی یاد تازہ کرانے والی ہو اس طرح پرہیز کرانے جس طرح دنیا بیٹس کے مریض کو ششکے پر بہیز کراتے ہیں۔

(تجدید و احیائے دین۔ مودودی)

۴۔ قرآن کی تفسیر وہی معتبر ہے جو احادیث نبویؐ کے مطابق ہو

تفسیر عثمانی (جلد ۴۲-۴۳)

مگر مودودی نے احادیث سے ہٹ کر اپنی تفسیر کو جدید تاریخی تحقیقات، آثار قدیمہ کی تاریخ، یہودیوں کی انسائیکلو پیڈیا، بائبل کے واقعات اور دیگر اسرائیلیات سے بھی رنگین کیا ہے جو موجودہ زمانے کے آدمی کے لئے تو ایک حلسم اور تلبیس کا کام دے سکتے ہیں مگر قرآن کی تفسیر کے معاملہ میں احادیث اور آثار صحابہؓ کے مقابلے میں ان کی کچھ حیثیت نہیں اور جہاں ان کی توجہات آثار اور احادیث کو پس پشت ڈالتی رہیں اور محض عقلی گتوں پر تکیہ کر کے ان کو تائید میں پیش کیا گیا ہے وہ بالکل مطرود اور مردود ہیں۔ صرف اسی حد تک ان تحقیقات کو استعمال کیا جاسکتا ہے جہاں کسی تاریخی مضمون کی وضاحت منظور ہو جیسا کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے سورہ روم کی شروع آیات کی تفسیر میں انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا سے کچھ روم اور ایران کی لڑائیوں کے واقعات کا حوالہ دیا جس کا نفس تفسیر سے کچھ تعلق نہیں۔ صرف ایک پیشین گوئی کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے تاریخی واقعات کا حوالہ دیا ہے۔ حضرت علامہ نے کسی مقام پر بھی تفسیر کو تاریخ جدید یا آثار قدیمہ کا تابع نہیں بنایا۔ مودودی نے حضرت سلیمانؑ کے واقعہ میں صحیح احادیث کو غلط قرار دے کر عقلی تنگ بندیوں سے کام لیا اور صحابہؓ کے عدول ہونے کو مشتبہ بنا دیا یہی طرح تحت پر دھڑلانے کے واقعہ کو تاریخ بنی اسرائیل کی بنیاد پر غلط رنگ میں پیش کر کے غلط نتائج نکالے اور پوری تفسیر کو ایک لغو کہانی بنا دیا۔ اسی طرح حضرت سلیمانؑ کے معجزہ تیسرہ اور کو عیساؑ کی بائبل کی بنیاد پر بالکل مسخ کر دیا۔ داؤدؑ کے معجزہ کو کہ آپ کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا کا عدم قرار دے کر آثار قدیمہ کے حوالہ کر دیا۔ یہ لکھ دیا کہ انھوں نے حتیٰ قوم کی لوہے کی دریافت کردہ صنعت کو سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر جنگی مقاصد کے لئے استعمال کیا۔ حضرت داؤدؑ کے زمانے کو لوہے کا زمانہ قرار دیا۔ حالانکہ نوحؑ کی کشتی کو تختوں والی اور کھیلوں والی کہا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ لوہے کی چیزیں نوحؑ یا اس سے بھی پہلے استعمال میں آچکی تھیں۔ حضرت سلیمانؑ کی حدود و سلطنت کے بارے میں لکھا کہ مفسرین نے ان کی حدود و سلطنت کے بارے میں مبالغہ سے کام لیا حالانکہ خود قرآن میں ہے کہ ہم نے ابراہیمؑ کی اولاد کو ملک عظیم عنایت فرمایا۔ غرض جگہ جگہ تاریخی تحقیقات اور اثری دریافت پر تفسیر کو گھرا۔ مودودی کی تفسیر القرآن ایسے ناقص حوالوں سے بھری پڑی ہے۔ مودودی نے کچھ پروا انہیں کی کہ یہ غیر محکم اور غیر حقیقی واقعات تفسیر قرآنی کو خراب کر دیں گے۔ تفسیر بہت نازک چیز ہے۔ تفسیر قرآنی دراصل منشاء الہی کا دوسرا نام ہے جو تفسیر بالقرآن سے کی ضد ہے۔ مودودی کی ان بیہودہ تشریحات کو

سورۃ انبیاء، سورۃ سبأ، سورۃ صٰحٰ و غیرہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ چونکہ تفسیر مشاء الہی کا دوسرا نام ہے۔ اسی لئے جو تفسیر احادیث کے مطابق ہے وہ مقبول ہے چونکہ حضور صلعم کے سوائے دوسرا کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی فشاء کا حقیقی ترجمان ہے۔ صحابہؓ نے حضور صلعم کی احادیث کو ہی بنیاد قرار دیا ہے تاکہ عقلی تک بندین اور عصری تاریخی تحقیقات کو۔ ہم نے مختصر لکھ دیا ہے ورنہ مودودی نے اس رُخ پر جو خرافات لٹکی ہیں وہ سودو سو صفات میں بھی نہیں آسکتیں۔ اس مضمون کے لئے مستقل تصنیف چاہیے۔

۵۔ تقلید مامور من اللہ ہے

تفسیر عثمانی، نخل، ۴۲، —————

تفسیر عثمانی میں تقلید کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت داخل کیا گیا ہے یعنی تقلید کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ مگر مودودی نے لکھا ہے کہ تقلید ایک پڑھے لکھے آدمی کے لئے ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے (یعنی کفر و شرک)

۶۔ بد قولی کا خیال تبھی پیدا ہوتا ہے جب اوبار ہونا ہوتا ہے

(تفسیر عثمانی - نخل، ۹۱ تا ۹۴)

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ بد قول اور بد عہدی سنگین جرم ہے۔ بد عہدی کر کے مسلمان کو بدنام نہ کرو، کیس ایسا نہ ہو کہ دوسری اقوام مسلمانوں کے پست کرو اور کو دیکھ کر اسلام کی طرف مائل ہونے کے بجائے اسلام سے نفرت کرنے لگیں اور تم پر اسلام سے روکنے کا گناہ چڑھے جس کی سنت مزا ہے۔ مودودی جماعت کے منشور میں جو کچھ لکھا گیا ہے مودودی جماعت نے اس کی کھل خلافت ورزی کی ہے۔ جو لوگ ان کے قریب ہیں وہ دیکھ سکتے ہیں کہ ان کے قول و فعل میں کتنا تضاد ہے۔ موجودہ دور میں تو ان کا منافقانہ کردار بالکل واضح ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت لوگ ان سے اور مودودی سے بیزار ہو گئے ہیں۔

۷۔ حقیقت رُوح

تفسیر عثمانی - (۸۵، بنی اسرائیل)

تفسیر عثمانی میں روح انسانی پر بصیرت افزا کلام کیا گیا ہے۔ روح انسانی کی حقیقت کو قرآن کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ مگر مودودی نے اس آیت میں روح سے مراد رُوح انسانی کو غلط قرار دیا ہے۔ مودودی

سے کوئی ٹوچے کہ پھر قرآن کریم کی وہ کرنسی آیت ہے جس میں رُوحِ انسانی کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ رُوحِ انسانی کی حقیقت کو اگر قرآن بیان نہیں کرے گا تو پھر کس کے بس کی بات ہے کہ ایسی لطیف شے کی حقیقت کو بیان کرے۔ مودودی نے مفسرین کو غلط قرار دے کر اپنی فطری خباثت کا ثبوت دیا ہے۔

۸۔ نماز سے مقصود اعظم اللہ کی یاد ہے

تفسیر عثمانی - (۱۳ - طہ)

سورہ طہ کی آیت ۱۴ میں صاف تصریح ہے کہ نماز قائم کرو ہماری یاد کے لئے۔ اللہ کی یاد سب سے بڑی چیز ہے۔ گویا نماز کا مقصود اعظم بھی سب سے بڑا ہے۔ مگر مودودی کہتا ہے کہ نماز ایک قسم کی ٹریننگ گراؤنڈ ہے ایک بڑے مقصد کے لئے یعنی حکومتِ الہیہ کے لئے۔ گویا نماز مودودی کے نزدیک حکومت حاصل کرنے اور چلانے کا ایک مکتبی ادارہ ہے۔ مودودی کے نزدیک نبوت کا نہایت مقصود بھی حکومتِ الہیہ کا قیام ہے۔ قرآن کریم میں کسی مقام پر مودودی کے ان دلغریب افکار کی تائید نہیں ہے۔ اصل میں حکومت حاصل کرو چاہے کسی طرح حاصل ہو۔ موجودہ دور میں مودودیوں کی طلبِ حکومت کی شدید خواہش کا راز افشا ہو گیا۔

۹۔ جنت میں مراتب تزکیہ پر موقوف ہیں

تفسیر عثمانی - (۷ - طہ)

قرآن کریم کے پورے مطالعے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مذاہبِ آسمانی کا مشترک مقصد تزکیہ ہے۔ تزکیہ پر جہنم سے بچاؤ موقوف ہے۔ نیت کی پاکی تزکیہ سے حاصل ہوتی ہے۔ خلافتِ راشدہ تزکیہ پر موقوف ہے، فہم قرآنی تزکیہ پر موقوف ہے، کمالات عرفانی کا حصول تزکیہ پر موقوف ہے۔ علم اور حکمت کے خزانوں کا حصول تزکیہ پر موقوف ہے۔ تفسیر قرآنی تزکیہ پر منحصر ہے۔ مگر مودودی نے تزکیہ کے ائمہ پر حملے کر کے، تزکیہ کے طریقوں پر زبان درازی کی کہ مغزِ اسلام (تزکیہ) پر ضرب لگائی ہے۔ تزکیہ مقاصدِ بعثتِ انبیاء کی رُوحِ رواں ہے۔ مقاصدِ بعثت پر وہی شخص تبرماں سکتا ہے جس میں دجل موجود ہو۔ دجل نبوت کی ضد ہے۔

۱۰۔ سامریت حق اور باطل کا ہمزاج ہے

تفسیر عثمانی - (۹۵، ۹۶ - طہ)

حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی (فرزند حضرت ولی اللہ دہلوی) نے لکھا ہے کہ سامری کا بچھڑا پاک اور

ناپاک کا مجموعہ تھا۔ مٹی یعنی پاک حضرت جبریلؑ کے قدموں کی اور سونا تھا ناپاک فریب سے لیا ہوا قوم فرعون سے۔ پاک اور ناپاک یعنی حق اور باطل مل کر ایک کرشمہ بن گیا۔ اس میں ایک بے معنی آواز پیدا ہو گئی اور الحق لوگ اس بچھڑے پر فریشتہ ہو گئے۔ یہی حال تفہیم القرآن اور دیگر کتابوں کا ہے کہ حق اور باطل کا ایک مرکب عجوبہ ہے جو جسم روحانی کے لئے زہر سے زیادہ مملک ہے۔ لوگوں کو چاہئے ایسی سامری پروڈکشن سے بچیں۔

۱۱۔ جو دین کے پیشواؤں پر طعن کرے وہ سامری اور خارجی ہے

تفسیر عثمانی - موضوع القرآن (۹۷ - طہ)

حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے لکھا ہے اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس کو نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور صلعم کو کہا جبکہ حضور صلعم مال تقسیم فرما رہے تھے "انصاف سے بانٹو، حضور صلعم نے فرمایا: "اس کی جس کے لوگ نکلیں گے" چنانچہ یہ اٹھے خارجی جو گئے اپنے بڑوں پر اعتراض کرنے اور جو دین کے پیشواؤں پر اعتراض کرے ایسا ہی ہے۔ کیا مودودی لوگ اس حقیقت سے انکار کر سکتے ہیں کہ مودودی نے انبیاء، ائمہ ہدایت اور مشائخ کو کسی کو بھی نہیں چھوڑا جن پر ایک جملے نہ لکھے ہوں۔ پچھلے دنوں ریڈیو پاکستان پر یہاں تک کہ دیا کہ حضور صلعم اپنے اوپر نکتہ چینی کی خود دعوت دیتے تھے (معاذ اللہ) حضور صلعم پر نکتہ چینی کفر ہے۔ تو کیا حضور صلعم کھنڈ کی دعوت دیتے تھے؟

۱۲ صحابہ کرامؓ کی بصیرت منصوص ہے

تفسیر عثمانی - (۱۰۸ - یوسف)

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی بصیرت کو بیان کیا ہے۔ مودودی نے صحابہؓ کی بصیرت کو مجروح کیا ہے۔ خلافت و ملوکیت، تقسیم القرآن اور دیگر کتابوں میں یہ مواد موجود ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ مودودی نے صحابہ کرامؓ کی شان پر گستاخانہ جملے لکھے ہیں اور ان کی بصیرت کو مجروح کیا ہے اور اس کا نام انہوں نے تنقید رکھا ہے جو حقیقت میں تنقیص ہے۔ مگر جن کی بصیرت پر قرآن گواہ ہو کیا ایسا شخص ان پر تنقید کر سکتا ہے جس کی بصیرت منصوص نہیں ہے؟ مودودی خود بصیرت سے محروم ہے اس لئے صاحب بصیرت حضرات پر تنقید کرتا ہے جس طرح ایک اندھا آنکھ والوں کا مذاق اڑاتے۔

۱۳۔ اقوام عالم میں صحابہؓ کا ایشار اور قربانی بے مثال ہے

===== تفسیر عثمانی (۲۳ سے ۲۶ - ماٹھ) =====

قرآن کریم نے صحابہ کرامؓ کی تعریف کی ہے۔ اُن کی قربانی اور ایشار بے مثال ہے۔ وہ پوری امت کے لئے نمونہ ہیں۔ پھر ایسے حضرات پر زبان طعن و راز کرنا دراصل قرآن کی چھپی تنقید ہے۔ گویا باری تعالیٰ سے یہ کہنا ہے کہ تم کتنی ہی ان حضرات کی تعریف کرو مگر ہم اُن کے اندر کیڑے ضرور نکالیں گے۔ مودودی نے صحابہؓ میں کیڑے نکال کر قرآن کو مجروح کیا ہے۔

۱۴۔ خلفائے راشدین کی تعریف

=====

تفسیر عثمانی — (۵۵ - سورہ نور)

اللہ تعالیٰ نے خلفاء راشدین کی تعریف کی ہے۔ ابن کثیرؒ نے خلفاء کی تعریف میں نہایت بصیرت افروز جملے لکھے ہیں۔ حضرت علامہؒ نے ان جملوں کو آیت ۵۵ - سورہ نور کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ مگر مودودی نے اس آیت کی غلط تفسیر بیان کی ہے۔ ابن کثیرؒ نے خلافت کے دو کوپادوں خلفاء پر مطلق کیا ہے اور مودودی نے تین خلفاء کو شمار کیا ہے اور حضرت کو چھوڑ دیا۔ قرآن کی تفسیر میں حضرت علیؓ کو چھوڑ دیا اور خلافت و ملکیت بدنام اور مردود کتاب میں حضرت عثمانؓ کو خلافت راشدہ سے خارج کر دیا اور ملکیت کا بانی قرار دیا۔

۱۵۔ صحابہؓ کا ایمان معیارِ ایمان اور ہدایت ہے

===== تفسیر عثمانی — (۱۳۶ - بقرہ) =====

قرآن کریم صاف اعلان کر رہا ہے کہ اہل کتاب اُسی وقت اہدایت حقیقی پر آسکتے ہیں جبکہ وہ اس طرح ایمان لادیں جس طرح اے صحابہؓ تم ایمان لائے ہو۔ مگر مودودی کا مشن و عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام معیارِ حق نہیں ہیں۔ اس طرح صحابہؓ کی تنقید کے ساتھ ساتھ قرآن کی واضح نفی ہوتی ہے۔ اے لوگو! بچو اس فتنہ سے! صحابہؓ حضور صلعم کے کمالات کے آئینے ہیں۔

۱۶۔ جو لوگ ذکر اللہ سے غافل ہیں اُن کا شمار عقل والوں میں نہیں

=====

تفسیر عثمانی — (آل عمران ۱۹۰-۱۹۱)

اللہ تعالیٰ نے ذاکرین کی تعریف کی ہے جو بکھرے بیٹے اور کروٹ پر لیٹے ذکر کرتے ہیں۔ صوفیا حضرات نے اسی

آیت پر عمل کیا ہے اور کرایا ہے اور کروڑوں انسانوں کو اللہ سے واصل کر دیا مگر مودودی نے صوفیا کے طریقوں کو انہوں سے تعبیر کیا ہے۔ مودودی کا موقف یہ ہے کہ اگر کوئی شخص گڑبڑ، روٹی روٹی زبان سے جیتا رہے تو اُس کو کیا حاصل ہوگا۔ اُس کے اندر شہاس یا نرمی تو پیدا نہیں ہو سکتی۔ ذکر اللہ بطریق صوفیا کا مودودی نے مذاق اڑایا ہے۔

۱۷۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی پاکدامنی پر قرآن کی گواہی!

تفسیر عثمانی — (۲۱/۱۱ - سورہ نور)

حضرت عائشہؓ کی پاکدامنی پر اللہ تعالیٰ نے آیات قرآنی کو نازل فرمایا۔ اس حقیقت سے حضرت عائشہؓ کی غایت درجہ کی کرامت، طہارت اور اعلیٰ ظرفی ظاہر ہوتی ہے۔ قرآنی آیات نے اُن کو زندہ جاوید بنادیا۔ ہمارا منشاء یہ ہے کہ ان آیات سے صرف اُن کے کیر کیر کو ظاہر ہی طور پر پاک ہی قرار نہیں دیا گیا بلکہ اُن کے باطن کو اخلاقِ حمیدہ سے مزین قرار دیا گیا۔ اگر صرف ایک پہلو کو صاف کرنا تھا تو مجروحی سے بھی ممکن تھا مگر حضرت عائشہؓ کو بذریعہ قرآن طیب قرار دیا گیا۔ مگر مودودی نے ان کو زبانِ حداد کہہ کر اُن کے اخلاقِ باطنی کو گندہ بنادیا۔

۱۸۔ جو شخص حضرت عائشہؓ یا ازواجِ مطہرات میں سے کسی کو متہم کرے

وہ کافر، مکذّب قرآن اور دائرہِ رسالہ سے خارج ہے

تفسیر عثمانی (۲۳ - نور)

گندہ کام گندے اخلاق کا مظہر ہوتا ہے۔ حضراتِ ازواجِ مطہرات کے اخلاقِ پاکیزہ ہیں۔ جب اُن کے اخلاقِ پاکیزہ پر طبعین کا غلط بول کر اور سورہ احزاب میں یہ کہہ کر کہ ہم تم کو باطل مظہر بنانا چاہتے ہیں قرآن نے اُن کو اخلاقِ باطنی کا پیکر بنادیا تو اب تمہمت سے نیچے کوئی بُرائی اُن کی طرف منسوب کرنا بھی حرامِ مٹھرا۔ لہذا جو شخص بھی ازواجِ مطہرات کی شان میں غلط الفاظ استعمال کرے گا وہ قرآن سے باغی ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو ایذا پہنچائے گا اور اُمتِ مسلمہ کو صدمہ پہنچائے گا۔ اگر مرتد نہیں تو منافق، زندق اور محمدِ ضرور ہوگا۔

۱۵ - اجماعِ اُمت کا مخالف جہنتی ہے

تفسیر عثمانی - (۱۱۵ - نسآء)

تفسیر عثمانی آیت ۱۱۵، سورہٴ نسآء میں لکھا ہے کہ اجماعِ اُمت کا مخالف جہنتی ہے۔ بعض مشلوں پر اُمت کا اجماع ہے۔ مثلاً طریقِ مشائخ طریقِ ہدایت ہے۔ اُس پر اُمت کا اجماع ہے۔ اور مودودی طریقِ مشائخ کو مشرک، بت پرستی، افیون وغیرہ بیودہ الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ اُمت اربع سب صحیح ہیں اور کسی ایک کی تقلید کرنا عوام کے لئے ضروری ہے مگر مودودی تقلید کو گناہ کہتا ہے۔ غرض اُمت کے دونوں گروہ (۱) اُمتِ فقیہہ نظاہری (۲) اُمتِ فقیہہ باطنی جن پر اُمتِ مسلمہ کا مدار ہے۔ مودودی کے نزدیک ناقابلِ تقلید ہیں۔ چھڑناظرین غور کریں کہ ایسے شخص کا کیا مقام ہونا چاہیے۔

۲۰ - بدعقیدہ اور گنگار کا فرق

تفسیر عثمانی (۸۱ - سورہ توبہ)

حضرت شاہ صاحبؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایسا کو نہ گناہ ہے جو حضورِ صلعم کے استغفار سے نہ بچتا جائے مگر بدعقیدہ کے لئے حضورِ صلعم کا استغفار بھی نافع نہیں ہے؛ پھیلی سیاست میں اسی گلیہ پر اُمت کے بڑے بڑے لوگوں کو استہان میں ڈالا گیا۔ مودودی بدعقیدہ ہے۔ ایک گنگار کی تائید تو ہو سکتی ہے مگر ایک بدعقیدہ کی تائید نہیں ہو سکتی۔ موجودہ سیاست میں اس گلیہ کو پیشِ نظر رکھنا از حد ضروری ہے۔ ہمارے بڑے بڑے لوگوں نے اس گلیہ کو نظر انداز کر کے سیاستِ ملکی اور عالمِ اسلام کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔

۲۱ - ذکر اللہ کی فضیلت - ذکر سب سے بڑی چیز ہے

تفسیر عثمانی (۴۵ - عنکبوت)

طریقِ مشائخ عینِ طریقِ ذکر اللہ ہے۔ حضرت شباب الدین سہروردیؒ، خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ، حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت داتا گنج بخشؒ، جویریؒ، حضرت خواجہ اجیریؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت حاجی امداد اللہ کٹیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور دیگر ہزاروں مشائخ حضرات اس بات پر جمع ہیں کہ طریقِ مشائخ عینِ طریقِ ذکر اللہ ہے۔ مگر مودودی نے ان تمام حضرات کو مشرکانہ اطوار کا پھیلائے والا اور افیون میں مبتلا کرنے والا اور طریقِ انبیاءؑ

سے ہٹ کر لوگوں کو چلانے والا اور چلنے والا قرار دیا ہے (تجدید و احیائے دین)

۲۲ — مگر معظمہ کے لئے جو دُعا حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی

اُس کا اثر آج تک مشہور ہے

===== (۳۷ - ابراہیم) =====

حضرت ابراہیمؑ نے اہل مکہ کے لئے خوشحالی کی دُعا فرمائی تھی جس کا اثر آج تک مشہور ہے مگر مودودی نے عربوں کی بے حد بُرائی کی ہے۔ ”خطبات“ میں لکھا ہے کہ وہاں سوائے مہنت گری اور دُنیا پرستی، ہوس و مال، گرے ہوئے اخلاق کے کچھ بھی نہیں۔ حکومت (سعودیہ) نے اُن کو اخلاق کی پستی میں دھکیل دیا ہے۔ حج کے ارکان مجاوروں کو فیس دیے بغیر ادا نہیں ہو سکتے۔ یہ لوگ تجارتی ایجنٹوں کی طرح دُنیا بھر میں حاجیوں کو گھیرنے کے لئے پھیل جاتے ہیں۔ قرآن و حدیث مٹاتے ہیں اس لئے نہیں کہ اللہ کا فرض یاد دلا یا جائے بلکہ اس لئے کہ اُن کی جیبوں سے پسیہ کھینچا جائے۔ ان کی حالت ہر دار اور بنارس کے پنڈتوں جیسی ہے اور اس کا روبرو میں حکومت جہاز، معلم، مطوف اور کلید بردار سب حصہ دار ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ حضرت ابراہیمؑ دُعا فرما رہے ہیں اور مودودی اُن کی دُعا کو رد کر رہا ہے۔ (معاذ اللہ)

۲۳ — ابراہیمؑ موحّدین کے امام اور اپنی ذات میں ایک عظیم امت تھے

ابراہیمؑ سے کبھی بھی شرک سرزد نہیں ہوا، عارضی طور پر ہی رہی

تفسیر عثمانی — (۱۲۰۔ غل ، ۱۲۰۔ غل)

پوری امت جانتی ہے کہ ابراہیمؑ امام الموحّدین اور رُئس التوحید ہیں مگر مودودی نے فقہیم القرآن میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ سے ارتکابِ شرک ہوا عارضی طور پر سی۔ پھر لکھا ہے کہ اعتبارِ بیچ کی منزلوں کا نہیں ہوتا بلکہ آخری منزل کا ہوتا ہے۔ بیچ کی منزلیں ہر جوابائے حق کے لئے ناگزیر ہیں (سورہ العام) ہر جوابائے حق میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی آگئے چونکہ ابراہیمؑ پیغمبر ہیں پیغمبروں کے ذکر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی آگئے۔ شرک تو تمام اعمال کو مانع کر دیتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ اگر پیغمبر حضرات سے بھی شرک ہوتا تو اُن کے اعمال ضائع ہو جاتے۔ اب تاؤد مودودی کو کس گروہ میں شامل کر دگے۔ تاریخ امت میں یہ غباثت کسی نے نہ کی کہ ابراہیمؑ پر ارتکابِ شرک کی تمت لگاتا!

۲۴۔ شہرت اور مقبولیت میں فرق

تفسیر عثمانی (۹۶۔ سورہ مریم)

سورہ مریم کی آیت ۹۶ کی تفسیر ضرور مطالعہ کریں۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت علامہؒ نے مقبول اور مشہور کا فرق بیان کیا ہے۔ شیطان کی طرح ایک شخص مشہور ہو سکتا ہے مگر شہرت مقبولیت عند اللہ کی دلیل نہیں۔ ایک شخص گناہ ہو کر مقبول ہو سکتا ہے۔ سب سے پہلے مقبولیت ملاء اعلیٰ میں اُترتی ہے۔ پھر آسمان کے دوسرے فرشتے اس مقبول شخص سے محبت کرتے ہیں۔ اگر ترتیب اُلٹی ہو گئی کہ پہلے گمراہ لوگ چکر میں آگئے پھر بعض خاص بندے بھی عارضی طور پر متاثر ہو گئے تو یہ مقبولیت کی دلیل نہیں بلکہ وہ شخص بدستور مردود ہے۔ مردودی کے حال کو اسی کلمہ پر قیاس کر لو۔

۲۵۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کے ہاتھ میں لوہا نرم کر دیا تھا

تفسیر عثمانی (۸۰۔ انبیاء: ۱۰، ۱۱۔ سبا)

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ”حضرت داؤدؑ لوہے کی زرہ بناتے فقط ہاتھ سے موڑ کر اور بناتے ہیں آگ سے“ (موضع القرآن) مگر مردودی نے سورہ انبیاء کی اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ ”حقّی قوم نے لوہے کی صنعت ایجاد کی اور لوہے کا زمانہ وہی ہے جو حضرت داؤدؑ کا زمانہ ہے۔ یہ صنعت موجودہ دور کی (BLAST FURNACE) کی صنعت سے کم نہ تھی۔ حضرت داؤدؑ نے اس صنعتی دریافت کو سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر جنگی سامان بنانے کے لئے استعمال کیا۔ یہ خلاصہ ہے مردودی کی تحقیق کا اور اس تحقیق سے حضرت داؤدؑ کی حیثیت ایک نقال لوہار سے زیادہ قائم نہیں ہوتی۔ اس میں حضرت داؤدؑ کا کیا کمال تھا اور اس سے پہلے یہ ہے کہ داؤدؑ کے ساتھ پہاڑ اور طیور بھی زبور پڑھتے تھے۔ اب غور کرو کہ اس معجزہ داؤدی کے ساتھ حضرت داؤدؑ کو بہترین لوہا ربیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اسی قسم کی خرافات سے تفہیم اللہ آن بھری پڑی ہے۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ ہم نے نوحؑ کو اٹھایا اس نختوں والی اور کیلوں والی رکشتی، میں (متر)، اس کے معنی یہ کہ حضرت داؤدؑ سے پہلے لوہے کی اشیاء بنائی جاتی تھیں۔ لوہے کا زمانہ اس سے قبل ہے۔

۲۶۔ تختِ سلیمانی کو زمین سے عاصفہ اٹھاتی تھی اور فضا میں رُخاء لے جاتی تھی

===== (۸۱۔ انبیاء ، ۳۶ - ص) =====

مگر مودودی نے تختِ سلیمانی کا ذکر نہیں کیا بلکہ عیسائیوں کی بائبل کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس ایک بحری بیڑہ (توسیمی بیڑہ) تھا جس کو بحرِ روم کے سفر میں آنے میں بھی اور جاتے ہوئے بھی بادیِ موافق ملتی تھی۔ یہ بات دراصل مخفی طور پر معجزہ سلیمانی کی نفی کرتی ہے۔ ہوا پر حضرت سلیمانؑ کو مکمل کنٹرول تھا اور وہ اس کو ریجولیشن کی طرح ہلکی اور تیز کر سکتے تھے۔ جب تخت کو اڑانا ہوتا تو جھکڑ (عاصفہ) پیدا کرتے اور جب بلندی پر ہوتا تو نرم ہوا (رُخاء) کے ذریعہ اُس کی رفتار کو درست کرتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک تخت بنایا تھا بہت بڑا، اپنے سارے کارخانوں سے اور لوگوں سے اس پر بیٹھے، پھر باؤ آتی زور سے، اُس کو زمین سے اٹھاتی، اوپر نرم باؤ ملتی، مین سے شام کو اور شام سے مین کو پہنچنے کی راہ دوپہر میں پہنچاتی۔ (موضع القرآن)

۲۷۔ تختِ سلیمانی مین سے شام اور شام سے مین ایک ماہ کی

راہ چپت گھنٹوں میں فضا میں طے کرتا تھا

===== (۸۱۔ انبیاء) =====

یہ ظاہر ہے کہ بحری بیڑہ ایک ماہ کی راہ سمندر میں چند گھنٹوں میں طے نہیں کر سکتا۔ دوسرے عاصفہ یعنی جھکڑ سے تو سمندری یا زمینی سواری اُلٹ کر ہی رہ جائے۔ سمندری اور زمینی سواری کے لئے پہلے رُخاء ہوا اور پھر عاصفہ ہو تو کچھ سمجھ میں بھی آتا ہے مگر وہاں پہلے جھکڑ ہے اور پھر نرم ہوا ہے۔ عاصفہ اور رُخاء صرف ایئر و میکینکس میں قوفٹ ہوتے ہیں مگر زمینی یا سمندری ڈائنامکس (DYNAMICS) میں فٹ نہیں ہوتے۔ جیٹ میکینکس بھی یہی ہے کہ پہلے جھکڑ پیدا کیا جاتا ہے۔ پھر بلندی پر مقعدل سسٹم پیدا کیا جاتا ہے۔ مودودی نے بحری بیڑہ کو آیت کی تفسیر میں بیان کر کے کمالِ جہالت اور کوتاہِ عقل کا ثبوت دیا ہے۔

۲۸۔ سلیمانؑ کے لئے ہوا اور جنوں کو مسخر کر دیا تھا

===== (۸۱۔ انبیاء ، ۱۶ ، ۱۳ - ص) =====

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کے لئے جنوں کو بھی مسخر کر دیا تھا۔ اُن سے غوطہ کھواتے۔ جواہرِ سمندر میں سے نکلواتے جہاں آدمی کا مقدور نہیں۔ عمارت میں بھاری کام اُن سے کرواتے۔ سفر میں حوض برابر لگن تا ہے کی

اور کنوئیں برابر دی گئیں اُٹھالے چلتے اور ان میں کھانا پکاتے اور سنت کام ان سے لیتے۔ (موضع القرآن) مودودی نے لکھا ہے "اہرام مصری کے لئے کرنیو یارک کی فلک شگاف عمارتوں تک کس چیز کو انسان نے نہیں بنایا ہے اور کس بادشاہ یا رئیس یا ملک القبار کے لئے ڈو جن" اور شیاطین فراہم نہیں ہوئے جو آپ حضرت سیمان کے لئے فراہم کر رہے ہیں؟ (تنبہم القرآن - سورہ انبیاء - آیت ۸۲) مودودی کے عقیدہ مند بتائیں کہ ان تبلیہات جہلوں سے مودودی کی کیا مراد ہے؟

۲۹۔ حضرت یونس علیہ السلام سے اجتہادی غلطی ہوئی تھی

فرضیہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کی تھی

(۸۷ - سورہ انبیاء) - (۹۸ - سورہ یونس) - (۱۳۹ تا ۱۴۲ - سورہ طہ) - (۵۰ تا ۵۱ - سورہ قحط) حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: "یونیا میں عذاب دیکھ کر یقین لانا کسی کو کام نہ آیا مگر قوم یونس کو۔ اس واسطے کہ ان پر حکم عذاب کا نہ پہنچا تھا۔ حضرت یونسؑ کی ششابی سے محض صورت عذاب کی نمودار ہوئی تھی تو ان کی نظر میں حضرت یونسؑ کی بات سمجھتی نہ ہوئی۔ وہ ایمان لائے پھر بچ گئے اور صورت عذاب ہٹائی گئی جیسے مشکین مکہ کہ فتح مکہ میں فوج اسلام ان پر پہنچی قتل و غارت کے لئے لیکن ان کا ایمان قبول ہو گیا اور امان ملی۔" (تفسیر ششابی آیت ۹۸ - یونس) - مگر مودودی نے لکھا ہے کہ حضرت یونسؑ سے فرضیہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں وغیرہ۔ فرضیہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی سے اللہ کے انتخاب پر محروم آتا ہے جو علم الہی کے خلاف ہے۔ اجتہادی غلطی تو پیغمبر سے ہو سکتی ہے چونکہ اس سے توہم وغیرہ ہی پاک ہے مگر فرضیہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں ہو سکتی۔ یہ بات کسی مفسر نے نہیں کہی۔ یہ بات مودودی کی طرف سے پیغمبر پر اہتمام ہے اور شان پیغمبری سے بعید ہے اور علم الہی کے خلاف ہے۔ عصمت کے منافی ہے۔

۳۰۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اور خلفائے راشدین کی حقانیت، مقبولیت

اور نقیبت کا ثبوت تاریخ کا محتاج نہیں بلکہ قرآن میں ہے

===== (تفسیر عثمانی - ۴۱ - سورہ حج) =====

تفسیر عثمانی میں لکھا ہے کہ "صحابہؓ کی ایسی قوم ہے کہ اگر ہم ان کو زمین کی سلطنت دے دیں تب بھی خدا سے غافل نہ ہوں۔ بذات خود مالی و بدنی نیکیوں میں لگے رہیں اور دوسروں کو بھی اسی راہ پر ڈالنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کو زمین کی حکومت عطا کی اور جو پیشین گوئی کی گئی تھی حروف بحرف پوری ہوئی۔

فَللّٰهُ الْحَمْدُ حَمْدٌ عَلَىٰ ذٰلِكَ اِسْ آیت سے صحابہؓ خصوصاً مہاجرین اور ان میں انصاف خصوص کے طور پر حضرات خلفاء راشدینؓ کی حقانیت اور مقبولیت و منفعت ثابت ہوئی ہے۔
اب کیا خیال ہے اس شخص کے بارے میں جس نے ”خلافت و ملوکیت“ کتاب لکھ کر صحابہ کرامؓ بالخصوص حضرت عثمانؓ کی سیرت اور کردار کو مجروح کیا ہے۔ ہمارے پاس صحابہؓ کی سیرت پر لکھنے کے لئے قرآن و حدیث ہے۔ تاریخی افسانے ان حضرات کے کیر کیکڑ کو داغدار نہیں کر سکتے۔

۳۱۔ انبیاء علیہم السلام کے دشمن مجرمین میں سے ہوئے ہیں

(آیت ۳۱ . سورہ فرقان)

جب مودودی کی مخالفت کی جاتی ہے تو مودودی لوگ کہتے ہیں کہ ابو جہل اور ابولہب بھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے تھے۔ مودودی نے تفہیم القرآن کے مقدمہ میں اپنے متقلدین کو یہی تاثر دیا ہے کہ جب تم تفہیم القرآن کی دعوت لے کر اُٹھو گے تو تم کو ابو جہل اور ابولہب سے بھی واسطہ پڑے گا اور منافقین سے بھی واسطہ پڑے گا وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ مودودی کے مخالفوں کا موقف ابو جہل اور ابولہب اور عبد اللہ بن ابی کا ہے اور مودودی کا موقف (نعمو ذبالہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ مگر سورہ فرقان کی آیت ۳۱ میں صاف اعلان ہے کہ انبیاء اور مقبول بندوں کے مخالفین مجرمین ہوتے ہیں۔ گویا مجرمین کے مخالفین صالحین ہوتے ہیں۔ مولینا محمد قاسم صاحب نے اپنی کتاب ”آب حیات“ میں لکھا ہے کہ اولیاء اللہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی نسبت ہے جو ذوالجلہ کو ذوالجلال سے ہے۔ یعنی جس طرح ذوالجلال اکبر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے اسی طرح ذوالجلال کی ذریت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت ہوگی اور چھوٹے ذوالجلال، اولیاء کرام کے دشمن اور مخالف ہوں گے۔ اب خود فیصلہ کرو کہ اولیاء کرام اور مشائخ عظام کی کس نے مخالفت کی ہے اور ان کو گمراہ اور چٹیا بیگم میں جستا کرنے والا قرار دیا ہے۔ کیا مودودی نے مشائخ کو مشرکانہ اطوار پھیلانے والا اور انبیاء علیہم السلام کے راستہ سے ہٹا کر اعمال و احزاب، اوراد و وظائف، سیر مقامات، مراقبہ و مکاشفہ کے چکر میں ڈالنے والا نہیں کہا؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ مودودی اپنی نظرت میں اولیاء اللہ کا تذکرہ مقابل ہے اور مولینا محمد قاسم صاحب کے اصول پر ذوالجلہ کے گروہ میں شامل ہے اسی لیے مودودی کے مخالف اولیاء اللہ ہیں اور اس کے موافق دنیا پر جاہ طلب اور بد باطن لوگ ہیں۔

۳۲۔ رقص و سرود، گانا بجانا وغیرہ اسلامی ثقافت میں داخل نہیں ہیں

(آیت ۶ - سورہ لقمان)

سورہ لقمان کی آیت ۶ صاف بتاتی ہے کہ رقص و سرود، گانا بجانا وغیرہ اسلامی ثقافت میں داخل نہیں۔ جو شخص مجتہد سازی، سینما، رقص و سرود کو جائز قرار دیتا ہے وہ اسلام سے خارج ہے اور منافق ہے۔ اب تم بتاؤ تم سچے ہو یا ہم سچے ہیں۔ ہم قرآن کے تابع ہیں یا تم قرآن کے تابع ہو؟

۳۳۔ اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنا روایتیں اگر نبی حکم دے تو فرض ہو جائے

(آیت ۶ - احزاب)

یعنی اپنی جان میں کسی مومن کا اتنا تصرف نہیں چلتا جتنا نبی کا چلتا ہے۔ کسی مومن کو دہکتی آگ میں اپنی جان کو ڈالنا جائز نہیں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر حکم دیں کہ آگ میں کود پڑو تو پھر آگ میں کودنا یعنی خود کو ہلاک کرنا فرض ہو جائے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ حضور صلعم جان بخشی کا اختیار بھی رکھتے ہیں۔ اب تم بتاؤ کہ یہ کہہ کر کہ حضور صلعم کو بھی کسی کو ممان کرنے کا اختیار نہیں۔ کس نے کفر بکا؟ جیسا استاد ویسے شاگرد!

۳۴۔ جو طیب ظاہر سے بغاوت کرے وہ ظاہر میں ہلاک ہوگا اور جو

طیب باطن سے بغاوت کرے وہ باطن میں ہلاک ہوگا!

(آیت ۷ - یسین)

انبیاء علیہم السلام اقطاب باطنی ہیں۔ جو شخص ان کا دشمن ہوگا وہ باطن میں ہلاک ہوگا۔ انبیاء کے بعد مشائخ کرام اقطاب باطنی ہیں۔ جو شخص ان حضرات کا مخالف ہوگا وہ بھی باطن میں ہلاک ہوگا۔ اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مشائخ طریقت کی بُرائی کرنے سے دل اندھا ہو جاتا ہے۔ اب تم بتاؤ مودودی پر ایمان لانے والو کہ باطن کا اندھا کون ہے؟ اگر ہیں مکتب ہیں ملتا جلتا کارِ طفلان تمام خواہ شد

۳۵۔ تمام انبیاء علیہم السلام پر اللہ کی طرف سے سلام آتا ہے جو ان کی عظمت، عصمت،

سالم اور منصور ہونے کی دلیل ہے۔ تفسیر عثمانی (۱۸۰ تا ۱۸۲ ص ۱۸۲)

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جس پر اللہ سلام بھیجے اس کے معنی یہ کہ اُسکی پکڑ نہیں۔ حضرت علامہ

شیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ تمام انبیاء پر سلام آتا ہے جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ معصوم ہیں۔ پس شخص عصمت انبیاء کو مجروح کرتا ہے وہ قرآن کی تکذیب کرتا ہے۔ عصمت لازم نبوت میں سے ہے۔ یہ نہیں کہ مصلحت اللہ تعالیٰ نبی سے گناہ ہونے نہیں دیتا۔ انبیاء میں مادہ گناہ ہی نہیں ہوتا۔

۳۶۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر جسد یعنی دھڑ ڈالنے کے معنی

===== (آیت ۳۲ - سورہ ص) =====

اس آیت کی صیح حدیث لکھ کر حضرت علامہ شیر احمد عثمانیؒ نے تفسیر لکھی ہے۔ مگر مودودی نے تفہیم القرآن میں لکھا ہے کہ حدیث کی روایت تو صیح ہے مگر معلوم نہیں حضور صلعمؐ نے کیا فرمایا اور سامعین (صحابہؓ) نے کیا سنا۔ حدیث کو غلط عقل قرار دے کر جو خرافات اور حیاء کے خلاف باتیں مودودی نے لکھی ہیں ان کو پڑھ کر شیطان بھی شرماتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عقل پرستی سے بچائے۔ اہل علم توجہ فرمائیں۔

۳۷۔ حضرت سلیمانؑ کی دُعا اور دے مجھ کو وہ بادشاہی کہ

مناسب نہ ہو کسی کو میرے بعد“ (آیت ۳۵ - ص)

=====

اسی طرح سلیمانؑ کی دُعا کے بارے میں یہودیوں کی خرافات پر مبنی تفسیر لکھی ہے جس کو پڑھ کر مر سید کی روح بھی تڑپتی ہوگی کہ مجھ کو بھی ایسی دُور کی نہ شو بھی۔ تفسیر ایک بہت لطیف اور دقیق کتاب ہے اور دُور کی نے اس میدان میں قدم رکھ کر سخت غلطی کی ہے اور یہودیوں کو بھی مات کر دیا ہے۔ اسی لئے تفہیم القرآن کو بعض حضرات تخریفات القرآن کہتے ہیں۔ یہاں صرف اہل علم حضرات کو اشارہ کر دیا ہے۔ یہ مختصر کتابچہ تفصیل کا مکتب نہیں۔

۳۸۔ باطل پرست چاہتے ہیں کہ اہل حق سے اُوپر ہو کر رہیں مگر

ایسا ممکن نہیں ===== (۵۶ - مؤمن) =====

قرآن شریف نے ایسے لوگوں کے باطن کا پردہ چاک کیا ہے جو اہل حق سے ملاوڑ اُلجھتے ہیں اور ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اہل باطل یہ چاہتے ہیں کہ ہم اہل حق سے اُوپر ہو کر رہیں۔ مگر اللہ ان کو ابھرنے نہیں دیتا۔ وہ لاکھ کوشش کریں مگر اہل حق کو زیر اور خود کو ذہب نہیں کر سکتے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میں مسیحا بن جاؤں اور مشائخ اور مفسرین کی عظمت کم کر کے خود ان سے بڑا بن جاؤں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

۳۹۔ جو لوگ قرآن کی آیات میں الحاد کرتے ہیں ان کو

ڈھیل دی جاتی ہے مگر انجام آگ ہے

===== (۴۰۔ حتمہ مجیدہ) =====

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قرآن میں الحاد کرتے ہیں یعنی اپنی عقل سے وہ معنی نکالتے ہیں جو اللہ کا منشاء نہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم کو خوب دولت اور شہرت جو مل رہی ہے وہ ہماری خدمات کا نتیجہ ہیں۔ نہیں بلکہ اللہ ان کو ڈھیل دیتا ہے اور کشاں کشاں ان کو آگ کی طرف کھینچتا ہے۔ اسی کو استدرج کہتے ہیں۔ عزت اور مقبولیت بزرگوں کی جوتیاں سیدیجی کر کے حاصل ہوتی ہے۔

۴۰۔ انبیاء علیہم السلام نفس ایمان کے ساتھ ہمیشہ سے متصف ہوتے ہیں

===== (۵۲۔ شوریٰ) =====

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی نے آیت ۵۲۔ سورہ شوریٰ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ انبیاء نفس ایمان کے ساتھ ہمیشہ سے متصف ہوتے ہیں مگر مودودی کا یہ خیال ہے کہ ”انبیاء آثار کا کائنات کے مشاہدے سے توحید کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ انعام کی تفسیر میں درج ہے کہ ابراہیم بنی ہونے سے قبل آثار کا کائنات کے مشاہدے سے توحید کی معرفت حاصل کر چکے تھے“ لیکن ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ ”ان سے عامی طور پر ہی سہی شرک سرزد ہو گیا تھا“ انبیاء نبوت سے پہلے ولی ہوتے ہیں۔ ولایت ایمان اور تقویٰ کا اعلیٰ درجہ ہوتا ہے۔ یہ کمال ان کا فطری ہوتا ہے۔ مودودی نے حقیقت ایمان اور حقیقت نبوت کو کسبیات سے ملا کر تبلیغ پیدا کر دی ہے اہل معرفت اور اہل علم کے لئے مقام عجز ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی غیر کثیر کا مطالعہ ضرور کریں۔

۴۱۔ قرآن کا موضوع توحید و رسالت ہے

=====

مودودی نے تفہیم القرآن کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ قرآن کا موضوع ”انسان“ ہے۔ ”انسان“ قرآن کا موضوع نہیں بلکہ مخاطب ہے۔ قرآن کا موضوع ”توحید و رسالت“ ہے۔ ”الم“ کے بعد یہ واضح کیا جا رہا ہے کہ اس کتاب میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ ہدایت ہے ڈرنے والوں کے لئے یعنی یہ کتاب سرچشمہ ہدایت ہے جس میں توحید و رسالت کی حقیقت کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ تمام احکامات اسی موضوع کے تابع ہیں پیام نتائج و ثمرات اسی موضوع سے منسلک ہیں۔ اس مضمون کو آیتہ الکرسی کی تشریح میں تفسیر عثمانی میں مطالعہ کریں۔

اگر انسان اس کا موضوع ہوتا تو انسان کی انٹرویو، نفسیات، جسمانیات، علم الابدان، اس کے جسم کے لئے کن کن نذاؤں کی ضرورت ہے وغیرہ سب کی تفصیل ہوتی۔ رہائش الامر کا معاملہ کہ قرآن میں ان باتوں کا ذکر ہے جو انسان کے نفع و نقصان کا پتہ دیتی ہیں تو پھر معاملہ اسی مقام پر آتا ہے کہ توحید و رسالت کی صحیح معرفت میں انسان کی فلاح ہے اور اس کی غلط معرفت میں اس کا دائمی نقصان ہے۔ یوں توحید و نبوت، بیالوجی، ہسٹری، جغرافیہ، فزکس، کیمسٹری، علم الحساب وغیرہ سب کا موضوع انسان ہے کہ ان علوم کے علمی فائدوں سے انسان متمتع ہوتا ہے۔ مودودی کا ذہن چونکہ سفلیات کی طرف مائل ہے اس لئے اس حقیقت کو پہنچنے میں دشواری پیش آتی۔

۴۲۔ کیا فقہاء اور متکلمین اصطلاح کفر سے ناواقف تھے؟

مودودی نے اپنے دیباچہ میں لکھا ہے کہ مثلاً ایک لفظ کفر کو ایجے جو قرآن کی اصطلاح میں اصل عربی لغت اور ہمارے فقہاء و متکلمین کی اصطلاح دونوں سے مختلف معنی رکھتا ہے۔ “
 ذرا مودودی کے اس ناپاک جملے پر غور فرمائیں۔ یہ ہمارے فقہاء اور متکلمین (جیسے امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام مالک، امام غزالی، امام رازی، مولانا محمد قاسم، وغیرہ) کو یا کفر کے وہ معنی لیتے تھے جو قرآن میں نہیں لیتا۔ مگر مودودی نے یہ نہیں بتایا کہ فقہاء اور متکلمین کفر کے کیا معنی لیتے تھے اور قرآن کیا معنی لیتا ہے۔ اس کے معنی اگر غور کیا جائے تو یہ ہیں کہ ہمارے فقہاء اور متکلمین کفر کو ہی نہیں سمجھتے تھے قرآن کے مطابق۔ جب یہ حضرات کفر کو نہیں سمجھتے تھے تو پھر اسلام کو کیا خاک سمجھے ہوں گے؟ کیسی بے باکی، جسارت اور کبر ہے۔ ہمارے فقہاء اور متکلمین تو کفر کو بھی خوب سمجھتے تھے اور اسلام کو بھی خوب سمجھتے تھے مگر تم نہ کفر کی حقیقت جانتے ہو نہ اسلام کی حقیقت سے واقف ہو نہ یہ خرافات نہ لکھتے

۴۳۔ مدرسہ اور خائفانہ

مودودی نے مقدمہ تفہیم القرآن میں لکھا ہے کہ قرآن دنیا کے عام تصور مذہب کے مطابق ایک نرمی مذہبی کتاب بھی نہیں ہے کہ مدرسہ اور خائفانہ میں اس کے سارے رموز حل کر لئے جائیں۔ “

مگر امام ابن کثیرؒ، ابن جریرؒ، امام رازیؒ، شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبدالقادرؒ، مولانا اشرف علیؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، صاحب جلالینؒ، صاحب روح المعانیؒ اور دیگر بڑے بڑے محدثین، مفسرین اور فقہاء مدرسوں اور خانقاہوں کی ہی پیداوار ہیں۔ اگر یہ حضرات مدرسوں اور خانقاہوں سے نہیں نکلے تو پھر مودودی بتائے کہ یہ کہاں کے تربیت یافتہ اور تعلیم یافتہ ہیں۔ اگر مودودی کا منشاء یہ ہے کہ ان میں کوئی بھی رموز اور اسرار قرآنی سے واقف نہیں تو یہ بات تو آگے تک پہنچتی ہے جو کچھ صحابہ کرامؓ دراصل مدرسہ اور خانقاہ ہی کی پیداوار ہیں۔ یہ صفحہ کیا تھا؟ کیا یہ خانقاہ نہ تھی اور اصحابؓ نہ تھے؟ خانقاہ نہ تھے؟ اور مسجد نبوی مدرسہ نہ تھی جہاں حضور صلعم تعلیم دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول صلعم کو بھیا کہ وہ آیات تلاوت فرماتے ہیں اور تزیکیہ فرماتے ہیں اور کتاب سکھاتے ہیں اور حکمت سکھاتے ہیں۔ خانقاہ کی اصل تزیکیہ ہے اور تعلیم کی اصل مدرسہ ہے یعنی خانقاہ کا قیام تزیکیہ کے لئے پیش آیا اور مدرسہ کا قیام تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت کے لئے پیش آیا۔ صحابہؓ کو بحرانی تفسیر کے لئے آزاد نہیں چھوڑا گیا بلکہ خود حضور صلعم کو باری تعالیٰ نے قرآن کے معانی سمجھائے۔ سورہ قیامت میں ہے کہ قرآن کریم کو آپ کے سینے میں جمع کرنا اور پڑھنا تیری زبان سے ہمارا ذمہ ہے۔ پھر جب ہم پڑھنے لگیں فرشتہ کی زبانی تو سنا تیرا اس کے پڑھنے کے۔ پھر مقرر ہمارا ذمہ ہے اُس کو سکھول کر بتلانا۔ تفسیر عثمانی میں لکھا ہے اس آیت کی شرح میں کہ قرآن کا یاد کرنا اور اس کے علوم اور معارف کو تمہارے اوپر کھولنا اور تمہاری زبان سے دوسروں تک پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔ اسی لئے احادیث قرآن کی تفسیر میں اور احادیث وحی غیر متلو میں یعنی احادیث بھی وحی الہی ہے مگر وہ قرآن کی طرح تلاوت نہیں کی جاتی اور قرآن سے اُن کا درجہ ثانی ہے۔ قرآن وحیث اور تزیکیہ و تعلیم آج تک مدرسوں اور خانقاہوں ہی کے مشاغل رہے ہیں اور ہیں۔ مودودی نے مدرسوں اور خانقاہوں کی اہمیت اور عظمت پر ضرب لگا لی ہے۔ مودودی نے مدرسوں اور خانقاہوں پر اس لئے ضرب لگائی ہے کہ مودودی خود کسی عالم یا حیثیت سے فیض یافتہ نہیں ہے۔ ہم مودودی اور اُس کی جماعت سے پوچھتے ہیں کہ وہ دو چار ایسے بڑے لوگوں کے نام بتائیں جو کسی بزرگ سے فیض یافتہ نہ ہوں بلکہ مودودی کی طرح خود منصب اسلام پر بیٹھ گئے ہوں۔ اگر یہ جرات تاریخ امت میں کسی نے کی تھی اور دین کا پیشوا بن گیا تو امت نے اُن کو ٹھکرا دیا۔

ایک دفعہ مولانا یوسف بنوری مرحوم نے حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو مودودی کی کوئی تحسیر پر دکھائی۔ اور یہ کہا کہ دیکھئے حضرت! مودودی نے کیا لکھا ہے۔ حضرت علامہؒ نے جواب فرمایا مولوی یوسف! یہ لوگ خود روپودے ہیں۔ کبھی کچھ لکھ مارا۔ کبھی کچھ لکھ مارا۔ حضرت علامہؒ کا یہ جملہ مولانا بنوری مرحوم

نے مجھ کو خط دستاویز تھا۔ اسی لئے شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے قرآنی آیت ”جو ہر ایک بُرزدنگے یعنی طاقت سے“ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ”بُردنگا وہ جو ناحق سرداری کا دعویٰ کرے اور کوئی سند نہ رکھے“ جو شخص مدرسہ اور خانقاہ سے محروم ہے یعنی استاد علوم ظاہری اور استاد علوم باطنی کے بغیر دین کے میدان میں قدم رکھ کر لوگوں کا پیشوا بننا چاہتا ہے وہ بُردنگا اور طاقت ہے۔ قرآن نے ایسے لوگوں سے بچنے اور دور رہنے کا حکم دیا ہے۔ جب طب بدنی کے فیروماہر اور غیر سند یافتہ کو علاج جسمانی کی اجازت نہیں تو طب دماغی کے فیروماہر کو مسلمانوں کے ایمان سے کھینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اگر حکومت ایسے لوگوں کی گرفت نہیں کرتی تو عوام ایسے لوگوں کی خبر لے سکتے ہیں جو

لوگ ایسے شخص کو مفکر اسلام بنانے کے چکڑے میں عربوں تک کو گمراہ کر رہے ہیں وہ اپنے انجام سے انھیں بند نہ رکھیں۔ بھلا وہ شخص کیسے مفکر اسلام ہو سکتا ہے جو فیض ظاہری اور فیض باطنی دونوں سے محروم ہو۔ مثل مشہور ہے کہ جس کا کوئی پیر نہیں اُس کا پیر شیطان ہوتا ہے۔ حضرت گنگوہیؒ نے اس کے خوب معنی لکھے ہیں۔ اب ہم مدرسہ اور خانقاہ کی حقیقتِ کلیہ پر ذرا روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرما رہا ہے: ”اور نکاح مت کرو مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لے آئیں اور البتہ لوڈی مسلمان بہتر ہے مشرک بنی سے اگرچہ وہ تم کو بھلی لگے اور نکاح نہ کرو مشرکین سے جب تک وہ ایمان نہ لے آویں۔ اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہے مشرک سے اگرچہ وہ تم کو بھلا لگے۔ وہ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف اور اللہ کا نام ہے جنت کی طرف اور بخشش کی طرف اپنے اذن سے اور بتلاتا ہے اپنے حکم لوگوں کو تاکہ وہ نصیحت قبول کریں“ (سورہ بقرہ - آیت ۲۲۱)

یہاں غور طلب معاملہ یہ ہے کہ ”اللہ بکراتا ہے جنت اور مغفرت کی طرف اپنے اذن سے“ اس میں اذن کی حقیقت کیا ہے۔ اذن باری تعالیٰ کا ینبی حکم ہے جو عالم بالا میں سب سے پہلے رسول کی طرف منتقل ہوتا ہے یہ اذن شانِ رسالت اور شانِ نبوت کی اصل ہے اور رسول و نبی کا اصطلاح خاص و عام ہونا اسی اذن کی وجہ اور برکت سے ہے۔ پھر یہ اذن رسولِ یانبی کے واسطے سے امت کے اصفیاء اور اقلیاء کی طرف منتقل ہوتا ہے جو نیابت کے کام پر مامور ہوتے ہیں۔ اس اذن کا دوسرا نام سند ہے۔ جب تک یہ سند حاصل نہ ہو کوئی شخص منصبِ ہدایت یا منصبِ نیابت رسول پر فائز نہیں ہو سکتا۔ یہی اذن ہے جو صحابہؓ سے تابعینؓ میں اور تابعینؓ سے تبع تابعینؓ میں اور امت کے علماء اور فقہاء اور مفتیان شرع متین

پر منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اور یہی اذن ہے جو مشائخ میں منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ شجرہ جو مشائخ میں مروج ہے اسی اذن کے انتقال کی طرف اشارہ کرتا ہے اور کوئی شخص اپنے مرشد کی اجازت یعنی اذن کے بغیر منصبِ خلافت پر فائز نہیں ہو سکتا اگر کوئی شخص بغیر اذنِ مرشد بیعت و ارشاد کا سلسلہ شروع کر دے تو اُس کے کام میں برکت نہیں

ہو سکتی اور وہ اعانت خداوندی اور برکات رسالت سے محروم ہوگا اور لوگوں کو بھائے ہدایت کے گمراہ کرے گا۔ مدارس میں سند کی اصل بھی یہی اذن ہے جس کا سلسلہ اوپر چلا جاتا ہے اور سرور کائنات صلعم تک پہنچتا ہے۔

اب یہ بات محقق ہوگئی کہ بغیر اذن جو شخص امت میں سرکاری اور چودہراہٹ کا دعویٰ کرتا ہے وہ جاہل گمراہ اور بد دین ہے۔ اُس کے علم کا کوئی اعتبار نہیں۔ اُس کے باطن کا کبھی تصفیہ اور تزکیہ نہیں ہو سکتا۔ اُس کے اقوال و افعال میں گمراہی غالب ہوگی اور امت میں ایک بڑا فتنہ ہوگا۔ جو لوگ کسی وجہ سے اُس کی طرف مائل ہوں گے وہ بھی گمراہ ہوں گے۔ فتنہ اور فساد اُن کے باطن میں غالب ہوگا۔ اگر آپ گمراہ فرقوں کی تاریخ پر نظر ڈالیں گے تو انشاء اللہ ہماری بات کی تصدیق کریں گے۔ امت میں جتنے گمراہ فرقوں کے پیشوا گزرے ہیں انہوں نے ہمیشہ عالم ہونے کا دعویٰ کیا۔ قرآن و حدیث پر عامل ہونے کا دعویٰ کرتے رہے اور بہت لوگوں کو گمراہ کرتے رہے۔ اپنی عقل سے اسلام کی تعبیر بیان کی اور یہ کہا کہ یہی اسلام کی اصل تعبیر ہے اور بڑے بڑے علماء، فقہاء اور مشائخ کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا اور عوام میں اُن کی عظمتوں کو گھٹانے کی کوشش کی۔ بعض لوگ تو صحابہؓ پر حملے کرتے رہے۔ آگے بڑھنے والوں نے انبیاءؑ کو بھی نہیں بخشا۔ اگر آپ مودودی اور اُس کی جماعت کے احوال میں غور کریں گے تو یہ تمام باتیں آپ کو اُن کے اندر ملیں گی۔ جس دور میں ہم یہ باتیں لکھ رہے ہیں اس میں تو ان لوگوں کی باطنی گندگی، حرص و ہوس، دین کو حصول دنیا کے لئے استعمال کرنا، حسد، کینہ، بغض، عداوت، شیطانی انتقام، جھوٹ، فریب، الزام تراشی، عزم کو نسا، باطنی جھٹ ہے جو عیاں نہیں ہو گیا۔ لوگوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ اسلام کے نام پر زندہ اور الحاد، انصاف کے نام پر ظلم، اصلاح کے نام پر فساد، ہدایت کے نام پر فتنہ پھیلانے میں ان لوگوں کو کمال حاصل ہے۔ چور دروازے سے حکومت میں آکر اپنی دیرینہ خواہش حکومت کو پورا کیا۔ جو لوگ مدرسوں اور خانقاہ سے نکلے ہوئے ہیں ان کے علم، اخلاق، کردار، اطوار، گفتگو، عام معاملات وغیرہ کو مودودی جماعت کے لوگوں کے احوال ظاہری سے مقلعت پاؤ گے اور باطن کا معاملہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے مگر عقل اتنی بات کا پتہ دیتی ہے کہ جن کے احوال ظاہری اتنے گندے ہیں اُن کا باطن کتنا گندہ ہوگا اور جس طرح قادیانیوں نے اپنے آپ کو احمدی کہہ کر اس پاک لفظ اور نسبت کو آلودہ کیا ہے اسی طرح ان لوگوں نے خود کو صالحین اور جماعت اسلامی کہہ کر ان پاک ناموں اور نسبتوں کو خراب کر دیا ہے۔

۴۴۔ پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے

تو خرابی ڈالو ملک میں اور قطع کر واپسی قراستیں

===== (سورۃ محمد) =====

یہ قرآن کی آیت ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حکومت و اقتدار کے نشر میں اعدل اور انصاف پر قائم رہنے کے بجائے تم سے یہ بھی توقع ہے کہ تمہاری حرص و دنیا اور بڑھ جائے اور جاہ و حکومت کی کشمکش اور غرض پرستی میں اللہ کی زمین کو فساد سے بھر دو۔ ناظرین غور فرمائیں۔ یہ آیت مودودی جماعت پر مکمل طور پر فٹ ہوتی ہے۔ یہ لوگ چور و دروازے سے حکومت میں شامل ہوئے اور جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں وہ صرف پاکستان کے لوگ ہی نہیں پورا عالم اسلام بلکہ پوری دنیا کے لوگ بخوبی دیکھ رہے ہیں کہ اسلام کے مقدس نام پر یہ جماعت کیا کر رہی ہے۔ ہمارے مرشدؒ نے ۱۹۶۰ء میں انتقال فرمایا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ تم آئندہ چل کر دیکھو گے کہ مودودی لوگ داڑھیاں لگا کر وہ کام کریں گے جو داڑھی منڈے نہ کر سکیں گے۔ یہ تو بار بار فرماتے تھے کہ میں اس زمانہ میں مودودی کو فتنہ اعظم سمجھتا ہوں ۴۴

۴۵۔ قرآن کا اصلی کارنامہ مودودی کے نزدیک

=====

مودودی نے اپنے مقدمہ تفہیم القرآن میں لکھا ہے کہ قرآن کریم ایک دعوت و تحریک کی کتاب ہے۔۔۔۔۔ یہ کتاب گھر گھر سے ایک ایک سعید روح اور پاکیزہ نفس کو کھینچ کھینچ کر لائی اور داعی حق کے جھنڈے تلے ان سب کو اکٹھا کیا۔ گوشے گوشے سے ایک ایک فتنہ جو اور فساد پرورد کو بھڑکا کر اٹھایا اور حامیان حق سے اُن کی جنگ کرا دی ۴۵ (صفحہ ۳۲، مقدمہ تفہیم القرآن)

مودودی کے نزدیک یہ ہے قرآن عظیم کا اصل کارنامہ یعنی ایک طرف صالحین کو حضور معلم کے جھنڈے کے نیچے اکٹھا کیا اور دوسری طرف غنڈوں اور بد معاشوں کو بھڑکایا کہ اس جماعت صالحین سے جنگ کرو۔ لعنت ہے ایسے ہیودہ اور گندے خیالات پر۔ گویا قرآن عظیم نے بیک وقت رحمن اور شیطان کا رول ادا کیا۔ (نعوذ باللہ من شرور النفسا)

۴۶۔ مودودی کے کارکنوں پر آیتوں اور سورتوں کا ظہور

مقدمہ میں مودودی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ”جب تم دعوتِ قرآن لے کر اُٹھو گے تو ابھل اور ابولب، منافقین اور یہود، سابقین اولین سے لے کر مؤلفۃ القلوب تک سبھی طرح کے انسانی نمونے آپ دیکھ بھی لیں گے اور بت بھی لیں گے۔ یہ ایک اور ہی قسم کا سلوک“ ہے جس کو میں سلوکِ قرآنی کہتا ہوں۔ اس سلوک میں قرآن کی آیات خود آپ کے سامنے آکر آپ کو بتاتی چلی جائیں گی کہ وہ اس منزل میں اُتری تھیں اور یہ ہدایت لے کر آئی تھیں۔ اس وقت یہ تو ممکن ہے کہ لغت اور نحو اور معانی اور بیان کے کچھ نکات سالک کی نظر سے چھپے رہ جائیں لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ قرآن اپنی روح کو اُس کے سامنے بے نقاب کرنے سے بخل برت جائے۔“ (صفحہ ۳۲۔ مقدمہ تفہیم القرآن) مگر آج تک مودودی کے سالکین قرآن نے اپنے احوال باطنی پر آگاہ نہیں کیا تاکہ دوسروں کو بھی تحریص ہوئی قرآن کو اس نئے طریقہ سے سمجھنے کی۔ آج تک تو صرف حکومت کا لالچ دے کر یا دوسرے مادی طریقوں سے ہی لوگوں کو جماعتِ مودودی میں کھینچنے کی کوشش کا پتہ چلا ہے۔ جب شاگردوں پر آیات اور سورتوں کا ظہور بے ایں عنوان ہوتا ہوگا تو مودودی پر تو پورا قرآن تفصیل سے دوبارہ اُترا ہوگا اور کچھ یاد ہی علوم کے چشتے بے ہوں گے چونکہ استاد کا علم و حال بہر حال شاگردوں سے کچھ زیادہ ہی ہوتا ہے۔ اگر یہ بات ہے تو پھر مودودی کو مہودویوں کی انسائیکلو پیڈیا جدید اور عصری تاریخ، آثارِ قدیمہ کی ناقص ریسرچ کا سہارا لے کر قرآن کی تفسیر (تفہیم القرآن) لکھنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ اُن کو تو صاف لکھ دینا چاہیے تھا کہ فلاں آیت مجھ پر ظاہر ہوئی اور اُس نے مجھ کو اپنے یہ معنی بتائے اور فلاں سورۃ مجھ پر متمثل ہوئی اور اُس نے یہ معارف نازل کئے۔ استاد کو اپنے مشاہدات کا بیان کرنا اس لئے بھی ضروری ہوتا ہے تاکہ شاگردوں کو محسوس نہ لگے اور وہ کسی شیطانی اغوا میں گرفتار نہ ہو جائیں۔

غلام احمد قادیانی تو صرف آیاتِ قرآنی کا اپنے اوپر دوبارہ نازل ہونا بیان کرتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ جس کو میں قرآن کہوں وہ قرآن ہے اور جس کو میں قرآن نہ کہوں وہ قرآن نہیں ہے۔ لیکن مودودی نے تو اپنے ہر ایک کارکن پر آیتوں اور سورتوں کا نزولِ ثانی مقرر فرما دیا۔ اس لئے یہی کہا جائے گا کہ یہ فتنہ ”مودودیت“ فتنہ قادیانیت سے بڑھ کر ہے۔ فتنم

تفاوتِ قامتِ یار اور قیامت میں ہے کیا ممکن
وہی فتنہ ہے لیکن یاں فراسا نچے میں ڈھلتا ہے

جب پیغمبری کے جبرو کے اپنے شاگردوں کے لئے تجویز کئے ہیں تو اپنے لئے کیا کچھ تجویز نہ کیا ہوگا!۔
 بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّفَوِّقَ اَصْحٰفًا مُّتَشٰبِهَةً یعنی ہر ایک مرد اُن میں کا
 کہ میں اُس کو ورقِ کلمے جیسے (سورہ مدثر) اہل فہم حضرات آیت لہذا کا مدلول اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے۔

۴۷۔ جو شخص صحابہ کی بدگوئی کرے اُس کے لئے مالِ فتنے میں کچھ حصہ نہیں

۱۰۔ حشر

تفسیر عثمانی میں لکھا ہے کہ جو شخص صحابہ کی بدگوئی کرے اُس کے لئے مالِ فتنے میں کوئی حصہ نہیں۔ اس
 بات سے اندازہ لگائیں کہ مالِ فتنے عام مسلمانوں میں تقسیم ہوتا ہے مگر صحابہ کی شان میں بے ادبی کرنے والے
 کو اس میں سے حصہ نہیں ملے گا۔ اس کے معنی کچھ اس طرح ہیں کہ وہ اسلام اور کفر کی سرحد پر کھڑا ہے اس
 حکیمانہ تفسیر سے مودودی لوگ عبرت پھریں اور ایسے شخص پر لعنت یہیں جو صحابہؓ میں کیرٹے نکالنا ہے ایک
 مرتبہ کسی آدمی نے صحابہؓ میں سے کسی کی بدگوئی کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں اس کی زبان کا قون گاتین دفنہ
 فرمایا تاکہ آئندہ یہ کسی صحابی کی شان میں نہ کر سکے۔

۴۸۔ مقاصد بعثت چار ہیں : (۱) تلاوت آیات (۲) تزکیہ

(۳) تعلیم کتاب (۴) تعلیم حکمت۔ (۲، جمعہ، ۱۶۴۔ آل عمران)

مقاصد بعثت کی آیات کو ہمہ وقت پیش نظر رکھو۔ مودودی نے مقصد بعثت کو خلافت کے قیام
 میں منحصر کر دیا اور تفہیم القرآن کے مقدمہ میں ہی کچھ بھرا ہے کہ حضور صلعم اس مقصد کو حاصل کرنے میں ۲۳ برس میں
 کامیاب ہوئے۔ اس بات میں بڑی گہری تلبیس ہے اور قرآن کے منافی ہے۔ مقصد بعثت وہی ہے جو سورہ جمعہ
 اور سورہ آل عمران کی آیات میں بیان ہوا۔ مودودی نے کمال جہل سے مقصد بعثت کو بدل ڈالا۔ خلافت
 کا وعدہ مومنین سے کیا تھا نہ کہ حضور صلعم سے (۵۵۔ سورہ نور) مومنین کے لئے بھی خلافت موعودہ ہے مقصود نہیں۔
 مقصود وہی ہے جو آیات مقاصد بعثت میں بیان ہوا۔ خلافت نبوۃ سے نیچے ہے۔

۴۹۔ یہودی علماء تزکیہ سے دوری کی وجہ سے گدھے ہو گئے تھے جس پر کتابیں لدی ہوں

(۵۔ جمعہ)

آیات بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کا خاص طور سے ذکر کیا کہ یہ لوگ علم کے باوجود جاہل تھے۔

گدھوں کی سی حالت ہو گئی تھی جس پر کتیاہیں لدھی ہوں۔ مراد یہ ہے کہ باطن گندہ تھا اور توبیت کے گن گاتے تھے اور عمل اُس کے مخالف۔ مگر زعم یہ تھا کہ ہم اللہ کے دوست ہیں۔ بعینہ یہی حالت مودودی اور اُس کی جماعت کی ہے کہ تزکیہ سے بہت دُور ہو گئے ہیں اور اہل تزکیہ کے دشمن اور اُن کا مذاق اُڑاتے ہیں اور اُن پر طعن کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم صالحین کا گروہ ہیں۔

۵۰۔ مجٹو کیس میں مودودی اور مودویوں کا معاندانہ موقف

ہم نے علامہ رشید احمد عثمانیؒ کے تلمیذ خاص اور جانشین مولانا احتشام الحق تھانوی مدظلہ سے مندرجہ ذیل سوالات کئے۔ اُنھوں نے اپنی عنایت خاص سے اُن کے شافی جوابات مرمت فرمائے۔ ہم اُن کے ممنون ہیں کہ اُنھوں نے اس پُر آشوب دُور میں جبکہ بڑے بڑے لوگ حق پوشی میں مبتلا ہیں بڑی عالمانہ تحقیق سے ان سوالات پر فتویٰ صادر فرمایا۔

سوال نمبر ۱ : وعدہ معاف گواہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

سوال نمبر ۲ : اسلامی شریعت کے اعتبار سے گواہ میں کیا شرائط ہونی چاہئیں؟

سوال نمبر ۳ : شک کا فائدہ اسلام میں کس کو ملنا چاہیے؟

سوال نمبر ۴ : اگر گواہوں میں اختلاف ہو تو کیا اُن کی گواہی مقبول ہے یا مردود ہے؟ ہم نے یہ سوالات اس لئے کئے کہ مودودی اور اُن کے مقلدوں کے کردار کو منظر عام پر

لایں۔ ایک دفعہ مودودی نے کہا تھا کہ مجٹو صاحب کے لئے اگر ایک قانون ہو اور دُوسروں کے لئے دوسرا قانون ہو تو یہ اسلام کے خلاف ہے۔ اسی طرح اُن کے شاگرد خاص محمود اعظم فاروقی نے فرمایا تھا۔ جب مجٹو صاحب کے خلاف فیصلہ ہوا کہ اسلام میں کسی کو بھی سزا کو معاف کرنے کا اختیار نہیں ہے حتیٰ کہ حضور صلعم کو بھی کسی کی سزا کو معاف کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اسی طرح ایک مودودی نے کہا کہ یہ فیصلہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ آپ لوگوں نے اسلام کا پیوند رومن لادیں کیوں دکھایا؟ اگر دیانت تھی تو یہ کہتے کہ مجٹو صاحب پر اسلامی قانون کے مطابق مقدمہ چلانا چاہیے۔ پھر کسی کو معاف کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ اُنھوں نے مقدمہ کے سلسلے میں اسلام کا نام کیوں نہیں لیا اور اسلامی قانون کو ناقص انداز میں سپریم کورٹ کے فیصلہ کے بعد کیوں اعلان کر دیا؟ مندرجہ ذیل فتویٰ سے اُس کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ فیصلہ ۵ مارچ ۷۹ء کو ہوا اور اسلامی قوانین اپنی ناممکن شکل میں ۱۰ مارچ ۷۹ء کو اعلان پذیر ہوئے۔ اس سلسلے میں معلوم ہوا ہے کہ اسلامی قوانین کا اعلان کرانے

میں محدودی لوگوں نے اتنی دیر کیوں لگوائی۔ یہودی بھی یہی کہتے تھے کہ جو بات پسند آئی اُس کو مان لیا اور جو بات خواہش کے خلاف جھوٹی اُس کو ٹال دیا یا بدل دیا یا اس میں کانٹ چھانٹ کر لی۔

الجواب

امور مسئلہ کے بارے میں ترتیب وار جوابات پیش ہیں۔

۱ : وعدہ معاف گواہ تین لفظوں کا مجموعہ ہے۔ وعدہ، معاف اور گواہ یعنی وہ گواہی جو اقبالی مجرم کی سزا کو معاف کرنے کا وعدہ کر کے کسی کے خلاف حاصل کی جائے۔ یہ رومن نظام عدل اور برطانوی نظام انصاف کی ایک قسم کی قانونی شہادت ہے جو عدل کے نام پر ظلم بالائے ظلم کی بدترین مثال ہے۔ درحقیقت اس دفعہ کا مقصد بھی انصاف اور دوسری سے زیادہ سیاسی ہوتا ہے اور عام طور پر یہی دیکھا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ حکومت وقت یا حاکم کی سیاسی خواہش کے مطابق کسی انہونی سازش کو جنم دیا جاتا ہے۔ اور ایک بے قصور انسان کو مجرم قرار دے دیا جاتا ہے۔ اسلام چونکہ انصاف کا حقیقی سرچشمہ ہے اس لئے اسلامی نظام عدل میں شہادت کا معیار اس قدر بلند ہے کہ اس میں وعدہ معاف گواہ نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ کیونکہ اقبالی مجرم نے جس جرم کا اقرار کیا ہے اگر وہ حدود قصاص میں سے ہے تو اس کی سزا معاف کرنے کا اختیار نہ کسی قاضی کو ہے نہ حاکم کو۔ قتل عمد کے اقبالی مجرم کی سزا کو مقتول کے ورثاء اگر چاہیں تو قصاص و دیت اور عقیقہ سے بلا معاوضہ معافی کو اختیار کر سکتے ہیں۔ ورثاء کی مرضی کے بغیر بیچ یا حاکم کی طرف سے قتل کے اقبالی مجرم کو معاف کرنا عدلی کے حقوق میں مداخلت اور جرم پر سزا نہ دینے کی شرعی وعید کا مصداق بننے کے مترادف ہے۔

پھر قتل عمد کا اقبالی مجرم مرتکب گناہ کبیرہ اور قرآن کی تصریح کے مطابق جہنمی ہے اس کی شہادت مردود اور ناقابل قبول ہے۔ ایسے مردود و الشہادۃ مجرم کے بیان کو شہادت کا نام دینا غیر عادل کو عادل قرار دینا ہے۔ قرآن کریم میں ہے :

وَالشَّهَادَةُ ذَوِیْ عَدْلٍ مِنْكُمْ وَاقْبُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰہِ

پھر جس گواہی کو حاصل کرنے کے لئے جان بخشی کی ضمانت دی گئی ہو یا کسی لالچ اور غوغ سے حاصل کی گئی ہو تو وہ اجرت کی یا جبر و اکراہ کی شہادت ہے جو کسی معاملہ میں بالخصوص حدود قصاص میں ناقابل قبول ہے۔

اسلامی قانون کی رُو سے کسی مجرم کے ارتکاب کا اقرار شرعی حجت ہے مگر اس کا اثر اقرار کرنے والے کی ذات تک محدود ہوتا ہے کسی دوسرے کے خلاف اثر انداز نہیں ہوتا۔ اگر اقبالی مجرم اپنے اقرار کے

ساتھ کسی دوسرے پر از تکاب جرم پر آمادہ کرنے کا الزام بھی لگاتا ہے تو دوسرے کے بارے میں یہ ایک مستقل اور نیا دعویٰ ہے جس کے ثبوت کے لئے دو عینی اور عادل گواہوں کی شہادت ضروری ہے۔

شریعت اسلامیہ پر مبنی نظام عدل کی حکمت عملی اور پالیسی یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے حد و قصاص کو ٹالا جائے لہذا مصنوعی طریقہ پر شہادت مہیا کرنا اسلامی نظام عدل کی حکمت عملی کے بالکل خلاف ہے۔

۲ : دنیا کی تمام ملتیں اور حکومتیں اس پر متفق ہیں کہ حکومت کی عرض و غایت اور اصل مقصد حقدار کو حق پہنچانا اور ظلم کو مٹانا ہے جس کا طریقہ قضا اور فصل خصومات ہے۔ قضا کے اجراء ترکیبی میں سے سب سے اہم اجزاء قاضی اور گواہ ہیں۔ اسلام نے قاضی اور گواہ کے لئے یکساں شرائط مقرر کئے ہیں کیونکہ شہادت قاضی و حاکم کو عدل تک پہنچانے میں فیصلہ کن مدد دیتی ہے۔ البتہ قاضی کے لئے علم کی شرط زائد ہے۔ فریقین کے جان و مال اور تنگ و ناموس کے تمام حقوق کے فیصلے کا دار و مدار اسی شہادت پر ہے۔

علمائے اہل لغت نے لکھا ہے کہ شہادت شہود سے بنا ہے جس کے معنی حاضر ہونے کے ہیں اور شہادت کے لغوی معنی ہیں کسی ایسی چیز کی صحت کی خبر دینا جس کا علم چشم دید اور مشاہدہ سے حاصل ہوا ہو۔

اسلامی نظام عدل کی اصطلاح میں شہادت کی تعریف یہ ہے، مجلس قضا میں قاضی کے توجہ و غلط شہادت کے ساتھ وہ سچی بات بیان کرنا جس کو بیان کرنے والے نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہو، گویا جو بیان مجلس قضا کے باہر ہو یا قاضی کے توجہ و غلط ہو یا آنکھوں سے دیکھا نہ ہو یا بیان جھوٹا ہو وہ شہادت کی تعریف میں داخل نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

جب گواہ واقعہ کو سورج کی طرح صاف طور پر دیکھ لے تو گواہی دے ورنہ اس کی جرأت نہ کرے پھر وعید کے انداز میں شہادت زور اور جھوٹی شہادت سے سختی کے ساتھ روکا گیا ہے یہاں تک کہ شہادت کا جھوٹ ثابت ہو جانے پر اس کو قابل تعزیر بھی قرار دیا گیا۔

۱ : شاہد کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلمان ہو۔ کسی غیر مسلم کی شہادت مسلمان کے خلاف قابل قبول نہیں

۲ : شاہد کے لئے مکلف ہونا شرط ہے یعنی نابالغ اور دیوانہ کی شہادت قابل قبول نہیں۔

۳ : شاہد کے لئے عادل ہونا ضروری ہے یعنی فاسق کی شہادت قابل قبول نہیں ہے جو اسلام کے بڑے

گناہوں کا مرتکب ہو۔ یا جھوٹ بولنے میں مشہور ہو۔

۴ : کسی غائب کی شہادت قابل قبول نہیں ہے۔

۵ : حدود و قصاص میں شاہد کے لئے مرد ہونا ضروری ہے۔ عورتوں کی شہادت حدود و قصاص میں

معتبر نہیں ہے۔

- ۶ : ایسے شاہد کی شہادت معتبر نہیں جو مدعی کی کفالت میں ہو۔
- ۷ : ایسے شاہد کی شہادت معتبر نہیں جس کی گواہی میں شاہد کے لئے نقصان سے بچنے یا منفعت حاصل کرنے کا احتمال موجود ہو۔
- ۸ : ایسی شہادت قابل قبول نہیں جو باپ کی طرف سے بیٹے کے حق میں یا بیٹے کی طرف سے باپ کے حق میں دی گئی ہو۔
- ۹ : اجیر کی شہادت قابل قبول نہیں۔
- ۱۰ : ایسے شاہد کی شہادت معتبر نہیں جس کے اور مدعی علیہ کے درمیان عداوت ہو۔
- ۱۱ : شہادت کے قابل قبول ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ نصاب شہادت پورا ہو۔ زنا میں چار گواہوں کا نصاب اور باقی معاملات میں دو گواہوں کا۔
- ۱۲ : شہاد کا فائدہ اسلام میں بھی مدعا علیہ کو دیا جاتا ہے، لیکن حدود قصاص میں اسلامی عدالت کی حکمت عملی یہ ہے کہ حدود قصاص کو ٹالنے کے لئے جیلے اور بہائے ڈھونڈے جائیں جو شہاد کا فائدہ دینے سے زیادہ بڑی رعایت ہے۔
- ۱۳ : اگر شاہدوں کے پہل میں اختلاف ہو تو ایسی شہادت غیر معتبر اور ناقابل قبول ہے۔
- یہ جملہ تفصیلات فقہ اسلامی کی مستند کتابیں، ہدایہ، شامی اور فتاویٰ عالمگیری میں موجود ہیں۔
- مولانا احتشام الحق بٹانوی

۵۱ — مودودی نے عربوں کو ہر دو بار اور

بنارس کے پنڈتوں سے تشبیہ دی ہے

آج کل مودودی لوگ ریڈیو اور ٹی وی پر کنٹرول رکھتے ہیں۔ اس لئے اپنے لیڈر کی ستائش اور قدر بڑھانے میں بہت مصروف ہیں۔ فیصل فاؤنڈیشن جو آدم جی اور باوانی فاؤنڈیشن کی طرح ایک عرب دارہ ہے اور جس پر موقر یعنی جماعت مودودی کا اثر ہے اُس نے ایک سازش کے تحت مودودی کو ایوارڈ دیا ہے۔ دراصل امریکہ کا یہودی، مودودی کو عالم اسلام میں بھٹو کی جگہ لانا چاہتا ہے۔ یہ سارا کھیل دی ہے۔ عرب حضرات کی مودودی نے مندرجہ ذیل تعریف لکھی ہے۔ کاش عرب کے لوگ اس کو بھی پڑھ لیں:

”ج کے پورے فائدے حاصل ہونے کے لئے ضروری تھا کہ مرکز اسلام میں کوئی ایسا متحد ہوتا جو اس عالمگیر طاقت سے کام لیتا، کوئی ایسا دل ہوتا جو ہر سال قائم دنیا کے جسم میں خون صالح دوڑاتا، کوئی ایسا دماغ ہوتا جو ان ہزاروں ناکھوں قاصدوں کے واسطے دنیا بھر میں سلام کے پیغام کو پھیلانے کی کوشش کرتا، اور کچھ نہیں تو کم از کم اتنا ہی ہوتا کہ وہاں خالص اسلامی زندگی کا ایک نمونہ موجود ہوتا اور ہر سال دنیا کے مسلمان وہاں سے صبح دینداری کا تازہ سبق لے لے کر پلٹتے، مگر واسے افسوس کہ وہاں کچھ بھی نہیں، بدلتے دھڑے دار سے عرب میں جہالت پرورش پاری ہے۔ نالائق حکمران (یہ الفاظ پندرہویں ایڈیشن میں تبدیل کر دیئے گئے ہیں) اپنے دین کے مرکز میں رہنے والوں کو ترقی دینے کی بجائے حدیوں سے پیہم گرانے کی کوشش کرتے رہے ہیں، انھوں نے اہل عرب کو علم، اخلاق، تمدن ہر چیز کے اعتبار سے پستی کی انتہا تک پہنچا کر چھوڑا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ سرزمین جہاں سے کبھی اسلام کا نور تمام عالم میں پھیلا تھا آج اسی جاہلیت کے قریب پہنچ گئی ہے جس میں کہ وہ اسلام سے پہلے مبتلا تھی۔ اب نہ وہاں اسلام کا علم ہے، نہ اسلامی اخلاق ہے، نہ اسلامی زندگی ہے، لوگ دور دور سے بڑی گہری عقیدتیں لئے ہوئے حرم پاک کا سفر کرتے ہیں مگر اس علاقہ میں پہنچ کر جب ہر طرف اُن کو جہالت، گندگی، طمع، بے حیائی، دنیا پرستی، بد اخلاق، بد انتظامی اور عام باشندوں کی گہری ہونٹنی حالت نظر آتی ہے تو انکی توقعات کا سارا طلسم پاش پاش ہو کر رہ جاتا ہے، حتیٰ کہ بہت سے لوگ جج کر کے اپنا ایمان بڑھانے کی بجائے اُٹا کھاتے ہیں، وہی پُرانی مہنت گری جو حضرت ابراہیم و اسماعیل کے بعد جاہلیت کے زمانہ میں کعبہ پر مسلط ہو گئی تھی اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر ختم کیا تھا اب پھر

تازہ ہو گئی ہے، حرم کعبہ کے منتظم اب پھر اسی طرح محنت بن کر بیٹھ گئے ہیں، خدا کا گھر ان کے لئے جائیداد بن گیا ہے اور اُس گھر سے عقیدت رکھنے والوں کو وہ اسامی سمجھے ہیں۔ مختلف ملکوں میں بڑی بڑی تنخواہیں پانے والے ایجنٹ مقرر ہیں تاکہ اسامیوں کو گھیر گھیر کر بھیجیں، ہر سال اجیر کے خادموں کی طرح ایک لشکر کا لشکر دلاؤں اور سفری ایجنٹوں کا مکہ سے نکلتا ہے تاکہ دنیا بھر کے ملکوں سے اسامیوں کو گھیر لائے، قرآن کی آیتیں اور حدیث کے احکام لوگوں کو سناتا کرچ پر آمادہ کیا جاتا ہے نہ اس لئے کہ خدا کا عائد کیا ہو فرض یا دولا یا جانے بلکہ صرف اس لئے کہ ان احکام کو سن کر یہ لوگ حج کو نکلیں تو آمدنی کا دروازہ کھلے، گویا اللہ اور رسول نے یہ سارا کاروبار اپنی مہنتوں اور ان کے دلائلوں کی پرورش کے لئے پھیلایا تھا، پھر جب اس فرض کو ادا کرنے کے لئے آدمی گھر سے نکلتا ہے تو سفر شروع کرنے سے لے کر واپسی تک ہر جگہ اُس کو مذہبی مزدوروں اور دینی تاجروں سے سابقہ پیش آتا ہے۔ معلم، مطوف، وکیل، مطوف، کلید بردار کعبہ اور خود حکومت حجاز سب اس تجارت میں حصہ دار ہیں۔ حج کے سارے مناسک معاوضہ لے کر ادا کر ائے جاتے ہیں۔ ایک مسلمان کے لئے خانہ کعبہ کا دروازہ نفیس کے بغیر نہیں کھل سکتا — نفوذ باللہ من ذاکہ —

یہ بنارس اور ہردوار کے پنڈتوں کی سی حالت اس دین کے نام نہاد خدمت گزاروں اور مرکزی عبادت گاہوں کے مبادروں نے اختیار کر رکھی ہے جس نے محنت گری کے کاروبار کی جڑیں کاٹ دی ہیں، بھلا جہاں عبادت کرانے کا کام مزدوری اور تجارت بن گیا ہو، جہاں عبادت گاہوں کو ذریعہ آمدنی بنا لیا گیا ہو، جہاں احکام الہی کو اس غرض کے لئے استعمال کیا جاتا ہو کہ خدا کا حکم سن کر لوگ فرض بجالانے کے لئے مجبور ہوں اس طاقت کے بل پر ان کی جیبوں سے روپیہ گھسیٹا جائے جہاں آدمی کو عبادت کا ہر رنگن ادا کرنے کے لئے معاوضہ دینا پڑتا ہو اور دینی سعادت اس طرح سے خرید و فروخت کی جنس بن گئی ہو ایسی جگہ عبادت کی روح کہاں رہ سکتی ہے، کس طرح آپ اُمید کر سکتے ہیں کہ حج کرنے والوں کو اس عبادت کے حقیقی، اخلاقی و روحانی فائدے حاصل ہوں گے جبکہ یہ سارا کام سواگری اور دوسری طرف خریداری کی ذہنیت سے ہو رہا ہے۔

(خطبات مؤلفہ ابوالاعلیٰ مودودی)

یہ ہیں مودودی کے خیالات جو ائمہوں نے عربوں کے بارے میں خصوصاً حرمین شریفین کے لئے اظہار فرمائے ہیں۔ ان حضرات کو بنارس اور ہردوار کے پنڈتوں سے تشبیہ دینا ان لوگوں کو کافروں اور مشرکوں کی صف میں کھڑا کرنا ہے۔ کیا ان جملوں میں کمال دجل کے ساتھ حضرت ابراہیم کی دعاء کی نفی نہیں ہو رہی ہے۔ کیا ان سے حضور سرور کائنات معلم کی روح مبارک کو تکلیف نہ ہوئی ہوگی۔ حیث ایسے خیالات پر اور ایسے انسان پر جو تمام مرکز اسلام کو مشرکوں سے تشبیہ دے۔ ان خیالات کے ساتھ کسی مودودی کو سعادت چھ نہ

ہوسکتی۔ گھوم پھر کر آجائیں وہ اور بات ہے۔

بطواف کعبہ رستم زحسم ندا برآمد
تو برون در چہ کردی کہ درون حسانہ آئی

یابیوں کہ لو؟ تو برون در چہ گفتی کہ درون حسانہ آئی“

مگر زبان دل کی ترجمان ہوتی ہے۔ جب زبان میں اتنی ناپاکی ہے تو قلب کا کیا حال ہوگا۔

وَمَا تَخْفِ صُدُورُهُمْ أَلْبَسُوا لَیْسَ جُودُ دُلُوفٍ مِیْنِ چھاپے وہ زبان کی گسندگی

سے کہیں زیادہ ہے۔

میرے عرب بھائی اس فتنہ کو کہیں اور ان پر اپنا روپیہ ضائع نہ کریں۔ اعانت شرعاً و شرعاً ہے۔ اعانت

فتنہ گناہ عظیم ہے۔

لَا تَعَاوُذُ عَلَی الْاَشْمِ وَالْعُذُوف (قرآن)

مجھے اُتید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری بات عربوں تک پہنچا دے گا۔ کیا عجب ہے کہ ناظرین میں سے کوئی

شخص اس کا عربی ترجمہ کر کے عربوں کے گوش گزار کر دے۔

۵۲۔ رحمن اور رحیم دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں۔ رحمن میں رحیم سے

زیادہ مبالغہ ہے۔ ترجمہ میں ان سب باتوں کا لحاظ ہے۔

شروع اللہ کے نام سے جب بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

===== تفسیر عثمانی۔ بسم اللہ / الحمد شریف =====

نوٹ : مودودی نے تفہیم القرآن میں لکھا ہے کہ رحمن کی کمی کو پورا کرنے کے لئے رحیم لائے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے لمبا تڑلگا وعیزہ را رحمن الرحیم کے لئے لمبا تڑلنگا کی مثال الحاد فی الاسماء ہے۔ اللہ بڑا ہے لمبا نہیں۔ اللہ قدیم ہے پُرانا نہیں۔ اگر اللہ کو حقیقتاً لمبا یا پُرانا کہا یا مثلاً کہا تو یہ الحاد ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ تفہیم القرآن کی بسم اللہ ہی غلط ہے۔ مودودی نے بسم اللہ کا یہ ترجمہ کیا ہے۔ اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے۔ اس کے معنی یہ کہ مودودی بسم اللہ کے ترجمہ پر بھی قادر نہیں۔ اس ترجمہ میں معنوی غلطیاں واضح ہیں۔ رحمن و رحیم کا ترجمہ (و) کے ساتھ واضح طور پر غلط ہے۔

۵۳۔ حروفِ مقطعات کے اصل معنی تک اور ول کی رسائی نہیں

بلکہ یہ بجمید ہے اللہ اور رسولؐ کے درمیان جو بوجہ حکمت و مصلحت ظاہر نہیں فرمایا

(الْقَمَر) (تفسیر عثمانی) - بقرہ : ۱

نوٹ : مودودی نے لکھا ہے کہ حروفِ مقطعات کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اسلوبِ جاہلیت کی پیروی کی ہے۔ ان کے معنی کوئی چیتان نہ تھے! یہ خالص کفر اور زندہ قبر ہے۔ جب الحمد شریف اور بقرہ کی ابتدائی تفسیر کا یہ رنگ ہے تو پورے قرآن کی تفسیر میں کیا کچھ کفریات نہ ہوں گے۔

۵۴۔ وَلَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ

میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے روحِ انسانی کی بے نظیر تفسیر لکھی ہے۔ مگر مودودی نے اس آیت کی تفسیر میں روح سے مراد روحِ انسانی کو غلط قرار دیا ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل : ۸۵)

۵۵۔ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ اِلٰی سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا

سے مراد یہ ہے کہ یا اللہ مجھ کو غلبہ و تسلط عنایت فرما جس کے ساتھ تیری مدد ہو تاکہ حق کا بول بالا رہے اور معاندین ذلیل و پست ہوں۔ (تفسیر عثمانی - سورہ بنی اسرائیل : ۸۰)

نوٹ : مگر مودودی نے اس آیت کی تفسیر میں نہایت سفاہت سے اور دروغ سے کام لیا ہے اُس نے لکھا ہے کہ یا تو مجھ کو اقتدار ویدے یا کسی حکومت کو میرا مددگار بنا دے۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ یہی تفسیر حضرت حسنؒ حضرت قتادہؒ، ابن جریر اور ابن کثیر جیسے جلیل القدر مفسرین نے لکھی ہے۔ یہ سراسر جھوٹ ہے ابن کثیرؒ کی تفسیر دیکھئے اس میں مودودی کا کذب اور افتراء معلوم ہو جائے گا۔

حضرت ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں تھے پھر آپ کو ہجرت کا حکم ہوا اور یہ آیت اتری۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ کفار مکہ نے مشورہ کیا کہ آپ کو قتل کر دیں یا آپ کو نکال دیں یا قید کر لیں۔ پس اللہ کا یہی ارادہ ہوا کہ اہل مکہ کو ان کی بد اعمالیوں کا مزہ چکھا دے۔ اُس نے اپنے پیغمبرؐ کو مدینہ جانے کا حکم دیا۔ یہی اس آیت میں بیان ہو رہا ہے۔ قنادہؒ فرماتے ہیں مکہ سے نکلنا اور مدینہ میں داخل ہونا۔ یہی قول سب سے زیادہ مشہور ہے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سحائی کے داخلہ سے مراد موت ہے اور سحائی سے نکلنے کی مراد موت کے بعد کی زندگی ہے اور اقوال میں ہیں، لیکن زیادہ صحیح پہلا قول ہی ہے۔ امام ابن جریرؒ بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ پھر حکم ہوا کہ غلبہ اور مدد کی دعا کرو۔ اس دعا پر اللہ تعالیٰ نے فارس اور روم کا ملک اور عزت دینے کا وعدہ فرمایا۔ انا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہتے تھے کہ بغیر غلبہ کے دین کی اشاعت اور زور ناممکن ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے مدد اور غلبہ طلب کیا (یہ نہیں کہ کسی حکومت کی مدد طلب کی جیسا کہ مودودی نے لکھا ہے) تاکہ کتاب اللہ اور حدود الہی فرائض شرع اور قیام دین آپ کر سکیں۔ یہ غلبہ بھی خدا کی ایک زبردست مدد ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو ایک دوسرے کو کھا جاتا، ہر زور آور کمزور کا شکار کر لیتا۔ سلطانانہ نصیباً سے مراد کھلی دلیل بھی ہے، لیکن پہلا قول اولیٰ ہے۔ اس لئے کہ حق کے ساتھ غلبہ اور طاقت بھی ضروری ہے تاکہ مخالفین دبے ہوئے رہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے لوہے کے اُتارنے کے احسان کو بیان فرمایا خاص طور سے۔ ایک حدیث میں ہے کہ سلطنت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بہت سی اُن جراثیم کو روک دیتا ہے جو قرآن سے نہیں رُک سکتی تھیں۔ یہ بالکل واقعہ ہے بہت سے لوگ ہیں کہ قرآن کی نصیحتوں اور وعیدوں کو سن کر بدکاریوں سے نہیں ہٹتے لیکن اسلامی طاقت سے مرعوب ہو کر وہ براہِ موعظ رُک جاتے ہیں۔“

(تفسیر ابن کثیر - مکتبہ فیض القرآن - دیوبند - ترجمہ سید محمد انظر شاہ کشمیری مظلّم)۔ ابن کثیرؒ نے اس تفسیر میں کہیں نہیں لکھا ”یا کسی حکومت کو میرا مددگار بنا دے“۔ نہ انھوں نے حضرت حسن، حضرت قنادہ اور حضرت ابن جریرؒ کا حوالہ دیا کہ انھوں نے ایسی بات کہی ہے۔ اس سے بڑا دروغ اور کذب کیا ہوگا کہ قرآن کی غلط تفسیر لکھیں اور اُس کو بڑے بڑے حضرات کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ اسی لئے تو بعض لوگ مودودی کو امر بیکہ کا ایجنٹ کہتے ہیں۔ مفتی محمود نے بھی کہا ہے کہ مودودی امر بیکہ کا ایجنٹ ہے۔

بہر حال ایک مقام تو ہم نے دکھایا ہے باقی مقامات علماء حضرات معلوم کریں۔ جامعہ اشرفیہ کے
 عبدالملک مشرم کریں۔ مفتی محمود مشرم کریں۔ مفتی شفیع مرحوم کے صاحبزادے مشرم کریں۔ آج یہ لوگ کس کی
 اعانت کر رہے ہیں۔ آج یہ لوگ کس کو بانس پر چڑھا رہے ہیں۔ کیا مودودی فتنہ سے جو گمراہی پھیلی ہے اور پھیل
 رہی ہے وہ اُن کے کھاتہ میں نہیں جائے گی۔ ضرور جائے گی اور اللہ کے سامنے جواب دینا ہوگا۔ کیا ہمایہ
 اکابرین دیوبند نے یہی کیا جو تم کر رہے ہو؟ کیا حضرت گنگوہیؒ، حضرت منوچھیؒ، حضرت تھانویؒ اور
 حضرت مدنیؒ نے یہی کیا جو تم کر رہے ہو؟ قسم اللہ کی ہرگز نہیں! ان حضرات نے تو فتنوں کو مٹایا ہے۔
 آج تم طلب دنیا میں اپنے اکابرین کی غلطیوں کو پامال کر رہے ہو۔ افسوس صد افسوس!